احوالِ قبر

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ فَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ)) [متفق عليه]

’’عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب کوئی آدمی تم سے فوت ہوتا ہے تو اس کی جگہ صبح وشام اس کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ جنت میں ہو یا آگ میں اور اسے کہا جاتا ہے یہ تمہاری جگہ ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تمہیں اٹھا کر قیامت کے دن وہاں لے جائے۔‘‘

دین کے بنیادی اصول ⑬

اصول نمبر 14 :...... وَاَنْ لَایُخَاصِمَ اَحَدًا،وَلَایُنَاظِرَہٗ،وَلَایَتَعَلَّمَ الْجِدَالَ،فَاِنَّ الْکَلَامَ فِی الْقَدْرِ وَالرُّؤْیَۃِ وَالْقُرْآنِ وَغَیْرِھَا مِنَ السُّنَنِ مَکْرُوْہٌ،وَمَنْھِیٌّ عَنْہُ،لَایَکُوْنُ صَاحِبُہٗ...... وَاِنْ اَصَابَ بِکَلَامِہِ السُّنَّۃَ......مِنْ اَھْلِ السُّنَّۃِ حَتّٰی یَدَعَ الْجِدَالَ وَیُسَلِّمَ،وَیُؤْمِنَ بِالآثَارِ۔

''کسی سے جھگڑا کرے نہ مناظرہ،اسی طرح جھگڑے کی تعلیم حاصل نہ کرے،کیونکہ تقدیر میں،دیدارِ باری تعالیٰ اور قرآن وغیرہ میں گفتگو کرنا ناپسندیدہ باتوں میں سے ہے،اس سے منع کیا گیا ہے،ایسا کرنے والا گو دوران گفتگو درست بات ہی کرے اہل السنۃ میں شمار نہ ہوگا،حتی کہ یہ کام چھوڑ دے اور انہیں تسلیم کرلے اور احادیث پر ایمان لائے۔''

شرح: دیدارِ باری تعالیٰ پر ایمان کا مفہوم یہ ہے کہ مومن جنت میں اپنے رب کو دیکھیں گے،یہ بات مختلف احادیث میں موجود ہے۔مومنوں کے لیے جنت میں دیدار کے سلسلے کی متعدد آیات واحادیث منقول ہیں،مثلاً:

①......فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ﴾ [یونس: ٢٦]

''جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطے خوبی ہے اور مزید بھی۔''

نبی ﷺ نے لفظ الزیادۃ کی تفسیر ان الفاظ میں فرمائی:

''اس سے روز قیامت مومنوں کا اپنے رب کو دیکھنا مراد ہے۔''[صحیح مسلم:١٨١]

②......فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَاضِرَۃٌ o اِلٰی رَبِّھَانَاظِرَۃٌ﴾ [القیامۃ : ٢٢،٢٣]

''اس روز بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے۔اپنے ربّ کی طرف دیکھتے ہوں گے۔''

احادیث نبویہ گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہیں۔

اباضیہ اور معتزلہ وغیرہ نے دیدار باری تعالیٰ کا انکار کیا ہے،لیکن ان کا انکار کسی شمار میں نہیں۔

اسی طرح جھگڑے سے اجتناب کریں،اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں کوئی دلیل نہیں اتاری۔نبی ﷺ نے ایسے جھگڑے جو اختلافات تک لے جائیں سے منع فرمایا ہے:

''ہدایت کے بعد وہی لوگ گمراہ ہوتے ہیں جن میں جھگڑا آجائے۔''

[سنن ترمذی:٣٢٥٣-سنن ابن ماجہ:٤٨-مسند احمد:٢٥٢/٥،٢٥٦-دیکھیے:صحیح الجامع:٥٦٣٣]

بلکہ مومن پر لازم ہے کہ وہ ہر اس بات کو تسلیم کرے جسے وہ پہچان لے،اور جسے نہ پہچانتا ہو اس کے ثابت ہونے پر اس کا رد نہ کرے،پوشیدہ باتوں کا سوال نہ کرے،یہ نہ کہے:

اللہ تعالیٰ نے ایسے کیوں پیدا کیا؟اور یہ حکم کیوں دیا؟بلکہ یہ کہے:ہم نے سن لیا اور مان لیا۔اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی کیفیت نہ پوچھے،اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کاموں اور احکام کا سبب اور وجہ دریافت نہ کرے،ان میں سے جو پہچان لے اسے قبول کر کے عمل کرے اور جو نہ پہچان سکے اسے تسلیم ضرور کرے۔

فہرست

اسلام کا ابدی اُصول

اداریہ ═══ حافظ احمد شاکر

اسلام کو دین فطرت کہا جاتا ہے اور واقعتاً یہی دین ایسا دین ہے جس کے اصول، ضابطے اور احکام قیامت تک کے لیے قابل عمل ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارک ’’کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته‘‘ جس کا مطلب ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے ریوڑ......یعنی اپنے ماتحت......کا چرواہا......یعنی نگران...... ہے اور وہ اپنے ریوڑ کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور جواب دہ ہے۔ آپ ﷺ نے اس حدیث مبارک میں ایک ایسا ابدی اصول بیان فرما دیا جس پر ہر انسان کی ذمہ داری بھی واضح ہوگئی اور جواب دہی کا طوق بھی اس کے گلے میں پڑ گیا اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ دنیا وآخرت میں نجات اسی کی ہے جو اس حدیث کے مطابق دنیا......یعنی ذمہ داری......کی زندگی گزارے گا۔

سیاست کا لغوی معنی ’’اگر چوپائے کو سامنے رکھا جائے‘‘ تو دیکھ بھال کرنا، سنوارنا ہوتا ہے اور اگر اس کا مفعول قوم کو بنایا جائے تو اس کا معنی ’’امور کی تدبیر اور انتظام کرنا‘‘، لغت میں بیان کیا گیا ہے۔ چناں چہ سیاست کے لغوی معنی کو بنیاد بناتے ہوئے اس کے معنی کو وسعت دے دی جائے تو اس کا معنی وطن اور اہل وطن کی دیکھ بھال، ان کو سنوارنا، وطن میں پیش آمدہ مسائل کی تدبیر کرنا اور اہل وطن کے لیے وسائل کا انتظام کر کے اہل وطن کے مسائل کو حل کرنا بھی کیا جا سکتا ہے۔

....

ہر غاصب وقابض کو یہ اندازہ نہیں یقین ہوتا ہے کہ غصب شدہ......ملک ہو یا دولت...... چیز کو موت سے پہلے یا بعد بالآخر چھوڑنا ہی پڑے گا۔ کینہ پرور...... جسے دانا بھی کہا جا سکتا ہے......غاصب جاتے جاتے ایسی سیئات اس طرح چھوڑ جاتا ہے جس سے آنے والے وقت میں لوگ ان غاصبین کو ہمیشہ اچھے لفظوں میں یاد کرتے رہیں۔ جیسے ایک کفن چور بادشاہ نے مرتے وقت بیٹے سے کہا کہ تم ایسا کام کرنا جس سے لوگ مجھے اچھے لفظوں میں یاد کریں تو بیٹے نے کفن چرانے کے ساتھ میت کی بے حرمتی بھی شروع کر دی، جس سے لوگ کفن چور کو اچھا کہنے لگے۔

اسی طرح انگریز نے برصغیر میں آ کر اپنی دسیسہ کاریوں سے مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت جب غصب کی تو اس نے حکومت کے اہم مناصب خصوصاً عدالتوں کے بڑے بڑے عہدوں پر ایسے انگریز حاکم اور افسر بٹھائے ......جن کی اس نے باوقار کفالت کی ......جنہوں نے بر وقت اور مکمل انصاف کر کے عوام کے دل میں اپنا خاص مقام بنا لیا اور چھوٹے عہدوں، سپاہی، حوالدار، نائب قاصد، چپڑاسی، کلرک اور چوکیدار وغیرہ کی نوکریاں عوام کے ان پس ماندہ طبقوں کو دے کر احسان مند بھی کر لیا اور ان کی یونیفارم میں پگڑی شامل کر کے مسلمانوں کے باوقار لباس کی اہانت بھی کر دی،

ان چھوٹے عہدوں کے یہ نوکر انگریز افسروں اور عوام کے درمیان ایسی دیوار بن گئے جس کو پار کرنے کے لیے عوام نے اپنی ضرورت فوری طور پر پوری کرنے کے لیے ان لوگوں کو نذرانوں کا عادی بنا دیا، اور یہی طبقہ جب بابو، افسر اور اونچے منصبوں اور عہدوں پر پہنچے تو ان کی عادتِ نذرانہ بھی ترقی کرتی گئی، جس نے پروموٹ ہو کر کرپشن کا نام پا لیا۔

نتیجتاً لوگ بدیشی حاکموں اور افسروں کو اچھا کہنے لگے اور اپنے ہم وطن ان کو برے نظر آنے لگے۔ انگریز سامراج نے پالیسی کے تحت غلام ہندوستانیوں میں ان برائیوں کی اس لیے کاشت کی کہ ان کی نمو سے ان ہندوستانیوں کو غلامی کے پُرفریب جالوں میں دوبارہ پھانسنا آسان ہو جائے۔

نبی ﷺ کے ارشادِ مبارک اور سیاست کے لغوی معنی اور وسعت مفہوم کے مطابق دیکھا جائے تو غیر مسلم ممالک کی جمہوری وشاہی حکومتیں سیاست کے لغوی مفہوم اور وسعت معانی کے مطابق اور نبی ﷺ کے ارشادِ گرامی کے مطابق اپنی رعایا کے لیے ذمہ داری کا احساس بھی کرتی ہیں اور اپنی پارلیمنٹ میں جواب دہی کی فکرمند بھی ہوتی ہیں۔ کیوں کہ پارلیمنٹ اپنی ذمہ داری نبھانے یعنی مواخذے کا اہتمام لازماً کرتی ہے جس کا انہیں ہر وقت خطرہ لاحق رہتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ کسی رکن پارلیمنٹ کا چاہے وہ حکمران ہی کیوں نہ ہو کسی اخلاقی برائی، جھوٹ، دھوکہ بازی اور جنسی بے راہ روی کا ارتکاب ثابت ہو جائے تو اس کا سیاسی مستقبل داؤ پر لگ جاتا ہے اور اگر کسی رکن سے ملکی سلامتی کے خلاف کوئی حرکت سرزد ہو جائے یا کوئی بیان میڈیا میں آ جائے تو اس کی رکنیت خطرے میں پڑ جاتی ہے۔

نیز عوام کے لیے امن اور......عموماً......فوری و بے لاگ انصاف، بیماروں کے علاج معالجہ، بچوں اور بوڑھوں کی کفالت، بے روزگاروں کو روزگار یا بے روزگاری الاؤنس دینا اُن حکومتوں کی مستقل پالیسی ہے۔ اس لیے کہ وہ اپنی ذات کی بجائے اپنی قوم اور وطن کے وفادار ہوتے ہیں۔

لیکن ہمارے ہاں کی جمہوریت کی نام لیوا حکومتوں کا اوّلاً حجم ہی اس قدر بڑا ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کی ایک کابینہ بعض دیگر ممالک کی کئی کابیناؤں کا پھیلاؤ رکھتی ہے۔ پھر کابینہ کے انتخاب میں ذاتی تعلق اور سیاسی مفادات ہمیشہ صلاحیت واہلیت پر غالب رہتے ہیں۔

دوسرا ان وزیروں مشیروں کا ''استحقاق'' عموماً انہیں قانون سے بچائے رکھتا ہے اور انتظامیہ پر اس استحقاق کا دبدبہ کوڑے کی طرح مسلط رہتا ہے۔ ان کی بودوباش اور رہن سہن کی اپنے عوام سے کوئی نسبت ہی نہیں رہتی۔

یہ ایم این اے اور ایم پی اے حضرات مقنّنہ خود ہوتے ہیں، انتظامیہ ان سے مرعوب رہتی ہے اور عدلیہ کو ہاتھ کی چھڑی بنانے کی بے پایاں خواہش ہر حاکم کے دماغ میں ناسور بن کر پھیلتی رہتی ہے۔ اقتدار تک پہنچ جانا ان کے نزدیک......عموماً......صحیح جمہوریت کہی اور سمجھی جاتی ہے اور اقتدار سے محرومی ان کے نزدیک دھاندلی ہو جاتی ہے۔ ان کے نزدیک لاکھوں کی تنخواہ، مراعات، سیاسی مفادات اور اپنے اپنے حلقوں کے ترقیاتی فنڈز کو من چاہے طریقوں سے استعمال کرنے کا نام ہی سیاست ہوتا ہے۔ عوام کو وہ عملاً کالانعام ہی جانتے اور عوام سے ان جیسا ہی سلوک کرتے ہیں۔

....

لفظ سیاست کی شروع میں جو تشریح نقل کی گئی یا حدیث پاک کی روشنی میں جو واضح یعنی ذمہ دار کی جو ذمہ داری بیان کی گئی ہے خدا لگتی کہیے کہ کیا ہمارے ملک کی سیاست یہی ہے؟ ہمارے کسی حاکم نے اس نہج پر بھی کبھی سوچا؟ ہمارے ہاں C.S.P اور P.C.S آفیسروں، پولیس، رینجرز اور افواج کی تربیت گاہیں تو ہیں لیکن سیاست دانوں اور حکمرانوں کی کوئی تربیت گاہ ہے؟ وطن عزیز کی تھنک ٹینک کو اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ ان کی تربیت کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اقتدار کی منتقلی سے پہلے ایک شیڈو کابینہ بنا کر ان کی علمی و عملی سیاست کا جائزہ لینا چاہیے اور اگر وہ اس کے اہل ہوں تو حکومت ان کے حوالے کی جائے۔

یاد رہے کہ اسلام کا یہی وہ ابدی اصول اور قاعدہ ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ نساء میں آج سے چودہ سو سال پہلے نازل فرما دیا تھا کہ

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ ﴾ [نساء:۵۸]

''اللہ تعالیٰ تم کو حکم کرتا ہے کہ امانتیں امانت داروں کو پہنچاؤ، اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔''

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ یہود امانت میں خیانت کرتے اور فیصلوں میں رشوت لیتے۔ مسلمانوں کو ان باتوں سے دور رہنے کا حکم دیا۔ یہاں امانت سے مراد ہر قسم کی امانت ہے اس کا تعلق مذہب و دیانت سے ہو یا دنیاوی معاملات سے۔

ہمارا خیال ہے کہ اس آیت کریمہ کے بعد حکومت اس کے ممبران اور ان کے فیصلوں کے بارے میں مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آیات ربانی اور احکامِ نبوی ﷺ کو سامنے رکھ کر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا ربّ العالمین۔

﴿درسِ قرآن﴾

سورۃ البقرۃ (11)

...... اردو ترجمہ ......
حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمہ اللہ
م: ۱۲۳۰ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔''

...... حواشی ......
① ...... احادیث التفاسیر
مولانا حافظ حمید اللہ میرٹھی رحمہ اللہ۔ م: ۱۳۳۰ھ
② ...... احسن الفوائد
مولانا سید احمد حسن صاحب دہلوی رحمہ اللہ۔ م: ۱۳۳۸ھ

﴿ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ
اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ (٩٧)
مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكَالَ
فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ (٩٨) وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ
بَيِّنٰتٍ ج وَ مَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ (٩٩) اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا
عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ط بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (١٠٠) وَ لَمَّا
جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ
مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ق لا كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ
لَا يَعْلَمُوْنَ (١٠١) ﴾

''تو کہہ جو کوئی جبرئیل کا دشمن ہوگا، سواس نے (تو) یہ کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے اتارا ہے (یہ کلام) اُس کلام کو سچ بتاتا ہے جو اس کے آگے ہے اور ایمان والوں کو راہ دکھاتا اور خوشی سناتا (ہے)۔ جو کوئی اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، رسولوں کا، جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہوگا تو اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔ ❶ [1] اور ہم نے تیری طرف واضح آیتیں اتاریں اور ان سے منکر نہ ہوں گے مگر وہی جو بے حکم ہیں۔ [2] اور کیا جس بار ایک اقرار باندھیں گے ان میں (سے) ایک جماعت اس کو پھینک دے گی بلکہ وہ اکثر یقین نہیں کرتے۔ اور جب ان کو اللہ کی طرف سے رسول پہنچا (جو) ان (کے) پاس والی کو سچ بتاتا (ہے) کتاب پانے والوں میں (سے) ایک جماعت نے اللہ کی کتاب (کو) اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا گویا کہ ان کو معلوم نہیں۔ [3]

احسن الفوائد

❶: یہود نے کہا جبرئیل یہ کلام لاتا ہے، وہ ہمارا دشمن ہے، کئی بار ہمارے دشمنوں کو ہم پر غالب کر گیا، کوئی اور فرشتہ لاتا تو ہم مانتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرشتے جو کرتے ہیں بے حکم نہیں کرتے، جو اُن کا دشمن ہو بے شک اللہ اُس کا دشمن ہے۔

جب حضرت عیسیٰ نبی ہوئے اور حضرت جبرئیل عیسیٰ پر وحی لائے تو بذریعہ احکام انجیل توریت کے بعض احکام منسوخ ہوگئے، چنانچہ اُس وقت سے یہود لوگ حضرت جبرئیل سے دشمنی رکھتے تھے۔

اب جب آنحضرت نبی ہوئے اور آپ نے یہود کو اسلام کا پیغام پہنچایا تو یہود نے کہا کہ ہم آپ سے چند باتوں کا سوال کرتے ہیں اگر آپ ان باتوں کا جواب ہمارے عندیہ کے موافق دے دیں تو ہم آپ کو نبی برحق جانیں گے۔ کیوں کہ ان باتوں کا جواب سوا نبی کے دوسرا شخص نہیں دے سکتا۔

آپ نے فرمایا تم عہد کرو کہ اگر تمہاری باتوں کا جواب تمہاری مرضی کے موافق دیا جائے تو تم اسلام قبول کرو گے! یہود لوگ اس معاہدہ پر راضی ہوئے اور درج ذیل تین باتیں آنحضرت سے پوچھیں۔

پہلی بات یہ کہ وہ کون سی چیز تھی جو توریت کے نازل ہونے سے پہلے حضرت یعقوب نے اپنے اوپر حرام کر لی تھی؟

دوسری بات یہ کہ عورت اور مرد کا نطفہ مل کر کبھی لڑکا اور کبھی لڑکی اسی طرح کبھی بچہ ماں کی صورت اور کبھی باپ کی صورت پر کیوں پیدا ہوتا ہے؟

تیسری بات یہ کہ توریت میں نبی آخرالزماں کی خاص علامت کیا لکھی ہے اور اُس کا رفیق کون سا فرشتہ ہوگا؟

پہلی بات کا جواب آپ نے یہ دیا کہ ایک دفعہ حضرت یعقوب بیمار ہوگئے تھے۔ اس بیماری میں انہوں نے نذر مانی تھی کہ اگر اس مرض

سے مجھ کو صحت ہو جائے گی تو دنیا میں جو چیز مجھے بہت بھاتی ہے اسے چھوڑ دوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت دی تو انہوں نے اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ یہ دونوں چیزیں ان کو بہت بھاتی تھیں اپنی نذر پورا کرنے کی غرض سے انہیں حرام ٹھہرا لیا۔

دوسری بات کا جواب آپ نے یہ دیا کہ مرد کی منی گاڑھی اور سفید ہوتی ہے اور عورت کی زرد اور پتلی، ان دونوں منیوں میں سے جس منی کا غلبہ ہوتا ہے اُسی کے موافق اولاد پیدا ہوتی ہے۔

تیسری بات کا جواب آپ نے یہ دیا کہ نبی آخر الزماں کی علامت جو توریت میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ اُس کی آنکھیں تو سوئے ہوئے غنودگی میں ہوتی ہیں، لیکن دل ہوشیار رہتا ہے۔ نبی آخر الزماں کے رفیق وہی حضرت جبرئیل ہیں جو دوسرے انبیاء کے رفیق تھے۔

یہود نے یہ سب جواب تو مان لیے مگر کہا کہ حضرت جبرئیل کو ہم لوگ پہلے سے اپنا دشمن جانتے ہیں اس لیے ہم اسلام قبول نہیں کر سکتے، اگر اور کوئی فرشتہ آپ کا رفیق ہوتا تو ہم آپ پر ایمان لاتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

احادیث التفاسیر

(ف ا): حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں یہودیوں کے پاس جایا کرتا اور توریت سنا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہاں بیٹھا تھا کہ نبی ﷺ اُس طرف سے گزرے، میں نے یہودیوں سے کہا تم اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر کہو کہ یہ شخص تمہاری دانست میں نبی ہیں یا نہیں؟ اُن کے ایک عالم نے کہا ہاں ہاں یہ نبی ہیں۔ میں نے کہا پھر تم کیوں ایمان نہیں لاتے؟ انہوں نے کہا اُن کے پاس جبرئیل وحی لے کر آتے ہیں اور وہ ہمارے دشمن ہیں، ہمیشہ ہمارے اوپر عذاب اتارتے رہے ہیں۔

میں نے کہا تمہاری شریعت کون لایا تھا؟ کہا میکائیل، میں نے کہا میکائیل اور جبرئیل کس طور پر رہتے۔ ایک اللہ تعالیٰ کے دائیں طرف ایک بائیں طرف۔ میں نے کہا جب اس طرح رہتے ہیں تو وہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی دشمنی نہیں کر سکتے۔ اور ایک کے دشمن سے دوسرا دوستی نہیں کر سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کوئی ان دونوں کا دشمن ہے وہ دونوں فرشتے اور اُن کا رب اُس کے دشمن ہیں۔ اور جو کوئی ان کا دوست ہے وہ دونوں اور ان کا ربّ بھی اس کے دوست ہیں۔

پھر میں یہ ماجرا سنانے کے ارادے سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا مجھ کو دیکھتے ہی آپ نے فرمایا:

میں تجھ کو وہ آیتیں سناؤں جو ابھی اتری ہیں؟ میں نے عرض کی کہ جی ہاں سنایے۔ آپ ﷺ نے آیات تلاوت فرمائیں فرمایا:

﴿ من كان عدوا لجبريل ...... عدو للكافرين ﴾

میں نے کہا قسم ہے اللہ کی یا رسول اللہ میں ابھی یہودیوں کے پاس سے اٹھ کر یہی قصہ سنانے کے ارادے سے آیا ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے میرے پہنچنے سے پیشتر یہ خبر آپ پر نازل کر دی۔

[اس روایت کی سند شعبی تک صحیح ہے، لیکن شعبی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم نے بھی اس کو شعبی سے روایت کیا ہے]

تفسیر ابن ابی حاتم میں یوں آیا ہے: جب یہودیوں نے یہ بات کہی تھی کہ جبرئیل ہمارے دشمن ہیں اس لیے ہم اس قرآن کو نہیں مانتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ، فرشتوں، جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہے اللہ تعالیٰ بھی اُس کا دشمن ہے۔ پھر یہی عبارت قرآنِ پاک میں اتری۔

ابن جریر نے کہا کہ اس آیت کا سبب نزول یہی قصہ ہے، اس پر اجماع ہے۔

صحیح بخاری میں جو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں یہ آیت ذکر ہوئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس موقع پر پڑھی گئی، یوں نہیں کہ اُس وقت نازل ہوئی۔

پنڈت دیانند نے اِس آیت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ایشور کسی کا شترو یعنی دشمن نہیں ہو سکتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے دین سے دشمنی رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اُس سے ناخوش ہے اور ناخوشی ہی کو دشمنی کہتے ہیں۔ اور ایسا بیان ویدوں میں بھی موجود ہے۔

یجروید، باب: ۱۵، شعر: ۳۲ میں ہے: ''اے جگت کے مالک آپ

بڑے بھاری بھرکم ہیں۔کھوٹے چلن والے جیون کے آپ شترو یعنی دشمن ہیں۔''

رگ وید حصہ پنجم، باب:۸، شعر:۲ پوتھی آریہ بھویں کے ترجمہ میں پنڈت جی نے پرمیشور کو کہا ہے کہ ''جو کوئی تیری تعریف نہیں کرتا وہ فتح نہیں پاتا۔ دشمنوں کے مورچوں کے سامنے گھات لگانے والا اور لڑائیوں میں سب سے پہلے پہنچنے والا تو ہی ہے۔

دیکھو وید نے پرمیشور کو دشمن بھی لکھا ہے اور سب سے بڑھ کر لڑنے والا بھی لکھا ہے۔ وہاں پنڈت جی کو کچھ بھی شبہ نہ ہوا۔ قرآنِ پاک میں دشمن کے لفظ سے شبہ ہوگیا۔ اس خوبی پر پنڈت جی کو اور اُن کے معتقدوں کو انصاف کا دعویٰ ہے۔اگر آریہ لوگوں نے انصاف کی آنکھ بند کرلی تو کیا تمام دنیا بھی بے انصاف ہوجائے گی؟ ہرگز نہیں۔ جس لفظ کے سبب وید کو قابل اعتراض نہیں ٹھہرایا اُس کی وجہ سے قرآنِ پاک پر اعتراض کرنا تعصب ہے یا بے عقلی ہے؟ عقل منداور منصف آدمی ایسی بات نہیں کرسکتا۔

(ف۲): ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن صوریا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ کوئی نشانی ایسی نہیں لائے جس سے ہم آپ کی تصدیق کریں اور پہچانیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی ظاہری نشانی نہیں اُتاری۔اس پر آیت نازل ہوئی:

﴿ ولقد انزلنا الیك آیت بینات...... ﴾

یعنی سب نشانوں سے بڑھ کر نشان یہ ہے کہ ایسا فصیح وبلیغ کلام اتار دیا جس کے مقابلے سے اُسی زبان کے بڑے بڑے فصیح وبلیغ عاجز رہیں گے۔ دوسری زبان والے تو کس شمار میں ہیں؟ اگر ایسا کلام کسی بڑے مشہور فصیح وبلیغ تجربہ کار انشاپرداز کی معرفت آتا تب بھی معجزہ ہی ہوتا۔کیوں کہ دنیا میں ہزارہا فصیح وبلیغ ہوئے ہیں مگر کسی زبان کا فصیح ایسا کوئی نہیں گزرا جس کے کلام کی مثل بنانے سے ہمیشہ کے واسطے تمام جہان عاجز ہوا ہو۔

چناں چہ جو کلام سارے جہان کو اپنی مثل بنانے سے عاجز کردے وہ بے شک معجزہ ہے اور اس بات کا پورا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔کیوں کہ یہ شان کسی مخلوق کی نہیں ہوسکتی کہ ایک چیز پیش کرکے یہ دعویٰ بھی کرے کہ کبھی کسی سے اِس کا مثل بن نہ سکے گا۔

پھر ایسا ہی واقع بھی ہوا کہ ہمیشہ ہمیشہ سب اُس سے عاجز رہیں۔ جب کہ یہ قرآن ایسے شخص کی معرفت آیا جس نے کسی اُستاد سے ایک حرف بھی نہیں پڑھا، نہ کبھی شاعری سیکھی، نہ ایسے ہنر وفن کی طرف کسی وقت توجہ کی تو پھر معجزہ ہونے میں کیا کلام ہے؟

چناں چہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ عنکبوت رکوع ۵ میں فرمایا:

﴿ وما كنت تتلوا من قبله من كتاب ولا تخطه بيمينك اذا لارتاب المبطلون بل هو آيات بينات في صدور الذين اوتوا العلم وما يجحد بآيتنا الا الظالمون﴾

''یعنی نہیں تھا تو پڑھتا پہلے اس سے کچھ لکھا ہوا اور نہ تھا تو لکھتا اپنے ہاتھ سے اگر ایسا ہوتا تب تو یہ جھٹلانے والے کیا کچھ شبہ کرتے۔ پس یہ کھلے ہوئے معجزے ہیں۔اُن کے نزدیک جن کو علم ہے ہماری ایسی نشانیوں کا انکار تو وہی کریں گے جو بے انصاف ہیں۔''

بلکہ اس معجزے کو تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات پر فضیلت ہے۔ کیوں کہ وہ سب اسی وقت تک رہے، یہ ایسا ہے کہ قیامت تک اُسی شان اعجاز کے ساتھ باقی رہے گا۔یعنی ہر زمانے میں تمام جہاں کے علماء وفضلا وعقلا کو اعلان کرکے کہتا رہے گا کہ جس منکر کا جی چاہے میرے بے مثل اور ممتنع الجواب ہونے کے دعوے کو توڑ کر دکھلائے۔

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر ایک نبی علیہ السلام کو کچھ نہ کچھ معجزہ ایسا ملا ہے جس سے اُن کی نبوت کی تصدیق ہوسکے۔اور مجھ کو جو معجزہ ملا ہے وہ وحی کا کلام ہے۔لہٰذا میں اُمید کرتا ہوں کہ میری تصدیق کرنے والے بہت زیادہ ہوں گے۔'' [متفق علیہ]

(ف۳): جب قرآن شریف میں یہ بیان اترا کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں علیہم السلام سے عہد لیا تھا کہ محمد ﷺ پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا یعنی اپنی امتوں سے یہ عہد لیتے رہنا۔اس پر مالک بن صیف نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی محمد (ﷺ) کے بارے میں نہ کوئی خبر دی گئی نہ کوئی عہد لیا گیا۔ اس پر آیت ﴿ او كلما عاهدوا ...... ﴾ نازل ہوئی۔



درسِ حدیث

توفیــــق البــــــاری

" الادب المفرد " للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسھیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیو کرول شالامار باغ۔ لاہور)

باب: من انتصر من ظلمه

ظالم سے بدلہ لینا

٥٦٩۔ عن عائشةَ رَضی الله عنها أنَّ النَّبیَّ ﷺ قالَ لَهَا: ((دُونَكِ فَانْتَصِرِیْ))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اپنا انتقام لے لو۔''

٥٧٠۔ أنّ عائشةَ قالتْ: اَرْسَلَ اَزْوَاجُ النَّبیِّ ﷺ فاطمةَ إلَی النَّبیِّ ﷺ، فَاسْتَأْذَنَتْ ...... وَالنَّبِیُّ ﷺ مع عائشةَ رضی الله عنها فی مرطها ...... فَأَذِنَ لَهَا فَدَخَلَتْ، فَقَالَتْ: إنّ أَزْوَاجَكَ أَرْسَلْنَنِی يَسْأَلْنَكَ الْعَدْلَ فِیْ بِنْتِ أَبِیْ قُحَافَةَ۔ قَالَ: ((أَیْ بُنَيَّةُ، أَتُحِبِّيْنَ مَا أُحِبُّ ؟)) قَالَتْ: بلی، قَالَ: ((فَأَحِبِّیْ هٰذِهِ)) فَقَامَتْ فَخرجَتْ فَحدَّثَتْهُنَّ، فَقُلْنَ: مَا أَغْنَيْتِ عنّا شَيْئًا، فَارجعِیْ إلیه، قالتْ: وَاللهِ لَا أُكَلِّمُهُ فيها أَبَدًا، فَارْسَلْنَ زينبَ ...... زَوجَ النَّبِیِّ ﷺ ...... فَاسْتَأْذَنَتْ فَأَذِنَ لها، فَقالتْ لَهُ ذٰلكَ وَوقعتْ فِیَّ زينبُ تَسُبُّنِیْ، فَطَفِقْتُ أَنْظُرُ هَلْ يَأْذَنُ لِی النَّبِیُّ ﷺ ؟ فلمْ أَزَلْ حتّی عَرَفْتُ اَنَّ النَّبیَّ ﷺ لا يَكْرَهُ أَنْ أَنْتَصِرَ، فَوَقَعْتُ بزينبَ، فلمْ أَنْشَبْ أَنْ أَثْخَنْتُهَا غَلَبَةً، فَتبسَّمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ثمّ قَالَ: ((أمَا إنّها ابْنَةُ أَبِیْ بَكْرٍ !))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات نے حضرت فاطمہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کی چادر میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ کو آنے کی اجازت دی وہ اندر آئیں اور عرض کیا کہ مجھے آپ کی ازواجِ مطہرات نے بھیجا ہے۔ وہ آپ سے ابوقحافہ کی بیٹی کے بارے میں عدل ومساوات کا سوال کرتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے میری بیٹی! کیا تو اس سے محبت کرتی ہو جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ میں نے کہاں ہاں کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے محبت کرو۔ فاطمہ وہاں سے اٹھیں اور واپس آ کر ان کو ساری بات بتادی۔ انہوں نے کہا کہ تو نے ہمارا کچھ بھی کام نہیں کیا۔ لہٰذا پھر آپ کے پاس جاؤ۔ حضرت فاطمہ نے کہا اللہ کی قسم اب میں اس بارے میں آپ سے کوئی بات نہیں کروں گی۔ پھر آپ کی ازواج نے حضرت زینب کو آپ کے پاس بھیجا۔ حضرت زینب آپ کی ازواج میں تھیں۔ انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی آپ نے اجازت دے دی۔ زینب رضی اللہ عنہا نے وہی بات کی پھر مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ میں آپ کی طرف دیکھنے لگی کہ مجھے آپ جواب دینے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں۔ یہاں تک کہ میں نے محسوس کیا آپ میرے جواب دینے پر ناراض نہیں ہوں گے۔ میں نے ان پر چڑھائی کر کے ان کو بے بس کر دیا اور غالب رہی۔ آپ نے تبسم فرمایا دیکھو زینب یہ بھی تو آخر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔''

باب: المواساة فی السنة والمجاعة

قحط سالی اور بھوک کے زمانے میں ہمدردی کرنے کا بیان

٥٧١۔ عن أبی هریرةَ قالَ: یَکُوْنُ فِی آخِرِ الزَّمَانِ مَجَاعَةٌ مَنْ اَدْرَکَتْهُ فَلَا یَعْدِلَنَّ بِالْأَکْبَادِ الْجَائِعَةِ۔

(ضعیف الاسناد فیه حماد بن بشیر مجهول۔)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں قحط سالی کا دور آئے گا جو شخص اس زمانہ کو پائے وہ بھوکے جگر سوختہ لوگوں سے ہرگز تجاوز نہ کرے، بھوکے لوگوں کی خبر گیری کرے۔''

٥٧٢۔ عن أبی هریرة، أنّ الأنصار قالتْ لِلنَّبِیِّ ﷺ: اَقْسِمْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ إِخْوَانِنَا النَّخِیْلَ، قَالَ: ((لَا)) فَقَالُوْا: تَکْفُوْنَا الْمَؤُوْنَةَ وَنُشْرِکُکُمْ فِی الثَّمَرةِ؟ قَالُوْا: سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ہمارے کھجور کے باغوں کو ہمارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم کردیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تقسیم نہیں کروں گا۔ انصار نے مہاجرین بھائیوں سے کہا آپ لوگ ہمارے کاموں میں ہمارے ساتھ مدد کرو ہم آپ کو پھلوں میں شریک کرلیں گے۔ ان لوگوں نے کہا ٹھیک ہے ہم نے سنا اور اطاعت کی۔''

٥٧٣۔ أنّ عمرَ بنَ الخطّاب رضی الله عنه قالَ عَامَ الرَّمَادَةِ، وَکانتْ سَنَةٌ شَدِیْدَةٌ مُلِمّةٌ بَعْدَمَا اجتهدَ عمرُ فی إِمْدَادِ الْأَعْرَابِ بِالإِبِلِ والقَمْحِ وَالزَّیْتِ مِنَ الْأَرْیَافِ کُلِّهَا، حتّی بلغتِ الأریافُ کلُّها ممّا جهدَهَا ذٰلك، فقامَ عمرُ یَدْعُو فقال: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَهُمْ عَلٰی رُؤُوْسِ الْجِبَالِ، فَاسْتَجَابَ اللّٰه لَهُ وللمسلمینَ، فَقالَ حین نزلَ به الْغَیْثُ: الحَمْدُ لِلّٰهِ، فَوَ اللّٰهِ لو أنّ اللّٰهَ لَمْ یُفْرِجْهَا مَا ترکتُ أهلَ بَیتٍ مِنَ المسلمینَ لهم سَعَةٌ إِلَّا أدْخَلْتُ مَعَهُمْ أَعْدَادَهُمْ مِنَ الْفُقَرَاءِ، فَلَمْ یَکُنْ اثنانِ یَهْلَکَان مِنَ الطَّعَامِ علٰی مَا یُقِیْمُ وَاحِدًا۔

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں عمر بن خطاب نے عام الرمادہ میں جو شدید قحط کا سال تھا، دیہات کے لوگوں کی امداد کے لیے بہت کوشش کی۔ اونٹ، گندم، تیل اور دوسری چیزوں کا ان کے لیے اہتمام کیا یہاں تک کہ ان کے حالات اچھے ہوگئے۔ عمر فاروق نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ ان کا رزق پہاڑ کی چوٹیوں پر مقرر فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اور مسلمانوں کی دعا کو قبول فرمایا۔ جب بارش برستی تو کہا الحمد للہ اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ اس قحط کی تکلیف کو دور نہ کرتا تو میں مسلمانوں کے گھروں میں سے کسی گھر کو نہ چھوڑتا جس کو اللہ تعالیٰ نے وسعت وفراخی دی ہے۔ مگر یہ کہ ان کے ساتھ ان کی تعداد کے برابر فقراء کو اس گھر میں داخل کردیتا تا کہ اس کھانے سے دو آدمی ہلاکت سے بچ جاتے جو ایک آدمی کے لیے کافی ہوتا ہے۔

فائدہ: یعنی طعام واحد دو کو کفایت کرسکتا ہے۔ اس لیے جس گھر میں جتنے فقیر ہوتے اتنے ہی گنتی کے فقیر وہاں مقرر کردیتا ان کو بھی اپنے ساتھ کھانا کھلاؤ۔

٥٧٤۔ عن سَلَمَةَ بْنِ الأکوع قَالَ: قالَ النَّبِیُّ ﷺ: ضَحَایَاکُمْ لَا یُصْبِحُ أحدُکُمْ بَعْدَ ثالثةٍ وفِی بَیْتِهِ مِنْهُ شَیْءٌ، فلمَّا کانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ، قالُوا: یا رسولَ اللّٰهِ نفعلُ کما فعلنَا العامَ الماضِی؟ قال: ((کُلُوا وَادَّخِرُوا فَإِنّ ذٰلِكَ العَامَ کَانُوا فی جَهْدٍ فَأَرَدْتُ أَنْ تُعِیْنُوا))

''حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہاری ان قربانیوں میں سے تین دن کے بعد تمہارے گھروں میں گوشت نہ بچے۔ جب اگلا سال آیا تو صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم ایسے ہی کریں جیسے پچھلے سال کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کھاؤ اور ذخیرہ کرو۔ کیوں کہ اس سال لوگ تنگی میں تھے اس لیے چاہا کہ تم ان کی مدد کرو۔''

فائدہ: یہ سب احادیث دلیل ہیں مواسات واعانت پر وقت احتیاج مسلمین کے۔

افتاء

الاحكام الشرعية

مولانا محمد عباس......مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری لڑکی حلیمہ بی بی کو تین سال سے زائد عرصہ ہوگیا ہے کہ اس کے خاوند نے اس طرح کہہ کر گھر سے نکال دیا ہے کہ تو ہمارے کام کی نہیں، کہیں چلی جا، ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر اس نے دوسری شادی بھی کرا لی ہے۔ اس صورت میں طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ [الراقم غلام رسول]

جواب: شخص مذکور کا اپنی زوجہ حلیمہ بی بی کی نسبت یہ کہنا کہ کہیں چلی جا، ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے، طلاق کنائی ہے۔ کیوں کہ اس کا یہ قول اذہبی لا سبیل لی علیک کے قبیل سے ہے اور طلاق کنائی میں نیت یا دلالت حال سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ اور صورت مسئولہ میں حلیمہ بی بی کے خاوند کا یہ کہنا کہ کہیں چلی جا ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور اس کو گھر سے نکال دینا اور اس کو نان ونفقہ نہ دینا اور خود دوسری شادی کر لینا، صاف دلیل ہے کہ اس کی نیت طلاق دینے اور اپنی زوجہ حلیمہ بی بی کو زوجیت سے خارج کرنے کی ہے۔

بناء علیہ صورت مسئولہ میں حلیمہ بی بی کو طلاق واقع ہوگئی ہے۔ اب حلیمہ بی بی کو اختیار ہے کہ اپنا نکاح کسی اور مرد سے کر لے اور اگر حلیمہ بی بی کا خاوند طلاق کنائی کے یہ الفاظ نہ بولتا تب بھی اس کی زوجہ کو بوجہ نان ونفقہ نہ پانے کے بتفریق قاضی یا حاکم وقت فسخ نکاح کا اختیار حاصل تھا۔ کیوں کہ زوجہ کے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کی خبر گیری خاوند کے ذمہ واجب ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ:

﴿فامساك بمعروف او تسريح باحسان﴾

یعنی پس یا تو رکھنا ہے عورت کو دستور کے مطابق یا رخصت کر دینا ساتھ اچھی طرح کے۔

وقال اللہ تعالیٰ:

﴿ولا تمسكوهن ضرارا لتعتدوا ومن يفعل ذالك فقد ظلموا نفسه﴾

یعنی مت بند رکھو عورتوں کو ستانے کی غرض سے تو کہ زیادتی کرو اور جو کوئی ایسا کام کرے وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، یعنی عذاب الٰہی کا مستحق ہوتا ہے۔ پس ان آیات اور حدیث **لا ضرر ولا ضرار في الاسلام** کی رو سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو یہ اختیار نہیں ہے کہ زوجہ کا حق تو ادا نہ کرے اور خواہ مخواہ اس کو اپنی قید میں رکھے۔ یعنی اگر حق ادا نہیں کر سکتا تو اس کو طلاق دینا لازم ہے۔

دارقطنی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان النبي ﷺ سئل في الرجل لا يجد ما ينفق على امراته قال يفرق بينهما۔

یعنی نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ کوئی آدمی اپنی زوجہ کے نان ونفقہ کی خبر گیری نہ کر سکتا ہو تو اس کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا: ان میں باہم جدائی کر دی جائے۔

نیل الاوطار وغیرہ کتب معتبرہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی رو سے جمہور علماء نے بھی یہی کہا ہے اور حضرت عمر وعلی وابوہریرہ رضی اللہ عنہم اور حسن بصری اور سعید بن المسیب اور حماد اور زہیہ وغیرہم رحمہم اللہ نے بھی یوں ہی کہا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی زوجہ کے نان ونفقہ کی خبر گیری نہ کر سکے اور عورت جدائی چاہے تو ان میں حاکم یا قاضی تفریق کرا دے اور اگر شوہر نان ونفقہ دینے کی وسعت رکھتا ہے اور پھر دینے سے انکار کرتا ہے، تو اس صورت میں بھی ان میں تفریق کی جائے گی۔ کیوں کہ

جب پہلی صورت میں تفریق کا حکم ہے جو ایک مجبوری کی صورت ہے تو اس صورت میں تو مجبوری سے خالی ہے۔ درجہ اولیٰ تفریق ہونی چاہیے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: نماز تراویح آخری شب میں پڑھنا افضل ہے؟

[الراقم: امیر حمزہ نمبردار]

جواب: ہاں بشرطیکہ خوف فوت ہوجانے کا نہ ہو۔ شامی، ص: ۳۷۷ میں ہے:

لکنها ای التراف خطوة الليل والا فضل فيها اخره فلا يكره تاخير ما هو من صلوة الليل آه لان كلمة لا باس به تسلس على ان خلاف اولى وليس كل ما هو خلاف الاولى مكروها لان الكراهية لا بد لها من دليل خامس والصحيح انه لا باس به وهو المستحب والافضل ۔ الخ

''لیکن تراویح صلوٰۃ اللیل ہے۔ افضل رات کی نماز میں آخری شب ہے، تاخیر کرنا رات کی نماز میں مکروہ نہیں۔ کیوں کہ کلمہ لا باس یہ دلالت کرتا ہے کہ خلاف اس کے اولیٰ ہے اور یہ بات نہیں ہے کہ جو چیز خلاف اولیٰ ہو مکروہ تنزیہی ہے۔ اس لیے کہ کراہیت کے لیے کوئی خاص دلیل ہونی چاہیے اور صحیح یہ ہے کہ تاخیر لا باس یہ ہے اور تاخیر مستحب اور افضل ہے۔''

نوٹ: جو لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جو اکثر گیارہ رکعت آخر شب میں قیام کرتے تھے............ بھی تہجد کی نمازیں وتر کے ساتھ تھیں، نماز تراویح نہیں تھی، ہرگز نہیں تھی۔ کیوں کہ تہجد کہنے والوں کو شبہ ہوگیا ہے کہ آخر شب میں تہجد ہی کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں، نماز تراویح آخری شب میں نہیں پڑھی جاتی۔ حالاں کہ یہی قیام اللیل اور صلوٰۃ اللیل ایک ہی نماز کے نام ہیں۔

علامہ شامی نے یوں بھی لکھا ہے:

صلوة الليل وقيام الليل اعمن التهجد فقط والله اعلم بالصواب ۔ (الاستفتاء محمد عباس)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دو شخص مثلاً زید وبکر ہیں ان دونوں کی لڑکیاں اور بہنیں ہیں۔ ہر ایک نے اپنی لڑکی یا ہمشیرہ کے عوض اپنا یا اپنے رشتہ دار کا عقد نکاح کیا اگر ان میں سے کوئی ایک نکاح کر دینے سے انکار ہوجائے تو دوسرا بھی نکاح کر دینے سے انکار کر دے گا۔ قاضی، نکاح خواں رواج کے مطابق حق مہر جانبین خانہ حق مہر میں مبلغ ۲۵ مؤجل یا معجّل درج رجسٹر کیا کرتا ہے، اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ جانبین سے حق المہر برابر ہو تو کیا حکم ہے، اگر کم وبیش ہو تو کیا حکم ہے؟ ایسے نکاح عندالشرع جائز ہیں یا نہیں؟ شغار کے تحت میں آتے ہیں یا نہیں؟ اور شغار کی تعریف کیا ہے؟

بينوا بالدليل توجروا عبد الجليل ۔

[السائل محمد حنیف ڈاکٹر، کوٹ خلیفہ بہاولپور سٹیٹ]

جواب: مسلم شریف میں حدیث ہے: لا شغار في الاسلام یعنی اسلام میں شغار نہیں۔ اس حدیث سے شغار کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔ کیوں کہ اصل لانفی جنس میں وجودشی کی نفی ہے جو بعینہٖ بطلان ہے۔ اور وجود دو طرح کا ہے، حسی اور شرعی اور یہاں شرعی مراد ہے۔ کیوں کہ شارع کے کلام میں اصل یہی ہے۔

پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ شغار جس کو ظاہراً نکاح کی شکل دی جاتی ہے، یا نکاح کہا جاتا ہے یا سمجھا جاتا ہے یہ شرع میں نکاح منعقد نہیں ہوتا بلکہ مرد وعورت جیسے اس نکاح سے پہلے آپس میں بے گانہ تھے، اسی طرح اس کے بعد بے گانہ رہتے ہیں، اور ایک دوسرے کے لیے حلال نہیں ہوتے، جیسے نکاح متعہ ویسے ہی یہ ہے۔

تعریف شغار: ایک تو نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نکاح کے مقابلہ میں نکاح اور درمیان میں مہر نہ ہو۔

دوسری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ مہر والے نکاح کی بابت فرمایا:

هذا الشغار الذى نهى عنه رسول الله ﷺ ۔

یعنی ''یہ وہی نکاح ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا

ہے۔'' [ابوداؤد، احمد]

اب ان دونوں تعریفوں میں مقابلہ کیا جائے تو نافع تابعی ہیں اور حضرت معاویہ صحابی ہیں اور صحابی کا قول تابعی سے مقدم ہے۔ اور اگر دونوں قولوں میں موافقت کی جائے تو یہ بھی ہو سکتی ہے، وہ یہ کہ قول نافع خارج مخرج الغالب ہو۔ چناں چہ قرآنِ مجید میں آیہ کریمہ

﴿ وربائبکم التی فی حجورکم ﴾ میں فی حجورکم کی قید خارج مخرج الغالب ہے اور قصر نماز کی آیت میں

﴿ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا ﴾ کی قید بھی خارج المخرج الغالب ہے اور

﴿ ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق ﴾ میں خشیۃ املاق بھی اسی طرح ہے۔ اور آیہ کریمہ

﴿ وما اھل بہ لغیر اللہ ﴾ میں اکثر مفسرین عندالذبح کی قید ذکر کرتے ہیں۔ حالاں کہ قبر کا چڑھاوا اور نذر نیاز لغیر اللہ بھی حرام ہے۔ خواہ غیر حیوان ہو، تو یہ بھی خارج مخرج الغالب ہے۔ اس لیے بعض مفسرین نے عندالذبح کی قید ذکر نہیں کی جیسے ربیع بن انس رحمہ اللہ وغیرہ۔ چناں چہ تفسیر کبیر وغیرہ کے حوالہ سے ہم نے رسالہ بکر دیوی میں اس کی خوب تفصیل کی ہے۔

خلاصہ یہ کہ شغار کی اصل تعریف نکاح مقابلہ نکاح ہے، مہر ہو یا نہ ہو۔ اور نافع تابعی کے قول میں نفی مہر خارج المخرج الغالب ہے اور اکثری ہے۔ چناں چہ امثلہ اوپر گزر چکی ہیں اور اس سے کمی بیشی مہر کی صورت کا جواب بھی نکل آیا کہ وہ بھی شغار ہے۔ کیوں کہ جب تعریف اتنی ہوئی کہ ''نکاح مقابلہ نکاح'' تو پھر کمی بیشی کا کوئی اثر نہیں بلکہ جو لوگ کچھ مہر باندھتے ہیں بطور رواج باندھتے ہیں، خواہ برابر باندھیں یا کم وبیش۔ اصل مقصد نکاح مقابلہ نکاح ہوتا ہے۔ جیسے سوال میں مذکور ہے اور اسی لیے اس کا نام ''وٹہ'' رکھتے ہیں۔ اگر یہ مقصد نہ ہو تو وٹہ کے کچھ معنی نہیں۔ گویا اس قسم کے مروّجہ نکاح جو آج کل عام طور پر ہوتے ہیں یہ ....''نکاح مقابلہ نکاح'' ہیں۔ پس ان سے نکاح شغار ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ [مولانا حافظ عبداللہ امرت سری]

تصحیح

الاعتصام کی جلد:٦٢، شمارہ نمبر:١٣، میں کمپوزنگ کی کچھ غلطیاں رہ گئی تھیں ان کی تصحیح کرلی جائے۔ ان اغلاط کے لیے ادارہ معذرت خواہ ہے۔

صفحہ	کالم	سطر	غلط	صحیح
٤		٤	واعیان	داعیان
١٢	٢	١	لم یاذن بن اللہ	لم یاذن بہ اللہ
١٢	١	٤	التلفذ	التلفظ
١٢	١	٦	لم یثبت	لم یثبت

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے متعلق اعلان

مولانا احمد الدین گکھڑوی مرحوم ومغفور جماعت اہل حدیث کے مشہور مقرر اور معروف مناظر تھے۔ لیکن افسوس ہے ان کے مفصل حالات کہیں نہیں ملتے۔ مجھے ان کے متعلق حسب ذیل معلومات درکار ہیں، امید ہے قارئین کرام اس سلسلے میں میری مدد فرمائیں گے۔

① ......تاریخ ولادت۔

② ......خاندانی پس منظر ③ ......اساتذہ۔

④ ......کہاں کہاں فریضہ خطابت سرانجام دیا۔

⑤ ......کسی مدرسے میں کبھی تدریس بھی کی؟

⑥ ......ان کے مناظروں کے بارے میں کچھ معلومات۔

محمد سلیم چنیوٹی

منیجر ہفت روزہ الاعتصام

٣١۔ شیش محل روڈ۔ لاہور۔ فون: 042-37354406

موبائل: 0333-4611619

تحقیق وتنقید

قسط نمبر (٤) آخری

اسلام میں لونڈیوں کا نظام اور ہمارا میڈیا

پروفیسر عبدالرزاق ساجد، فیصل آباد

اسلام اور لونڈیوں کی آزادی کی تحریک:

اسلام دنیا کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرنے کے لیے آیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آزاد شخص کو غلام بنانے کے تمام تر اسباب ومحرکات کا شدید مخالف ہے۔

اسی لیے اسلام نے کسی آزاد شخص مرد عورت یا بچے کو اٹھانے، چرانے یا اغوا کرنے کی شدید مخالفت کرتے ہوئے بہت ہی مضبوط قانون سازی کی ہے جس کے تحت یہ بہت بڑا جرم قرار پایا ہے۔

شریعت اسلامیہ اسی بنیاد پر انسانی سمگلنگ کی ہر ادنی سے ادنی کوشش کی مخالفت کرتے ہوئے اسے حرام قرار دیتی ہے۔ اسی طرح وہ نسل درنسل زرخرید غلامیوں اور محرومیوں سے انسانیت کو نجات دلانے کا سہرا اپنے سر لیتی ہے۔

رہا جنگی قیدیوں کی غلامی کا مسئلہ تو یہ بھی سابقہ مسئلے کی طرح اسلام کا پیدا کردہ نہیں۔ بلکہ دیگر اقوام ومذاہب کا تراشیدہ ہے۔ جنگی، ہنگامی اور ایمرجنسی حالات کے پیش نظر اسلام صرف اسے روا رکھتا ہے۔ لہٰذا ان باتوں کا طعنہ اسلام کو کیوں کر دیا جا سکتا ہے جس کی بنیاد بھی دوسروں نے رکھی اور ہر دور میں وہ سب کچھ ان کے اندر رائج بھی رکھا۔

اس کے باوجود شریعت اسلامیہ غلاموں اور لونڈیوں کی آزادی کے لیے قدم قدم پر ترغیبات وترجیحات کا سامان مہیا کرتی ہے۔

وہ حکومت کو فدیہ، معاوضہ، مبادلہ یا بغیر ان چیزوں کے آزاد کر دینے کی راہ دکھاتی ہے۔

معمولی سی غلطی ہو جائے حتی کہ تھپڑ رسید ہو جائے تو اعتقها فإنها مؤمنة آزادی کا حکم سناتی ہے۔

کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو تب بطور کفارہ سرفہرست تحریر رقبة کہہ کر آزادی کی داغ بیل ڈالتی ہے۔

غلام یا لونڈی کو کسی کی ملکیت میں دے کر نیکی اور احسان کرتے ہوئے آزاد کرنے کی ترغیب دلاتی ہے۔ بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو اس میدان میں بھی اسلام کا کوئی ثانی نہیں۔

لونڈیوں کا دینی تحفظ:

شریعت اسلامیہ لونڈیوں کو اسلام جیسے دین متین کی دعوت ضرور دیتی ہے۔ مگر ﴿لا اکراہ فی الدین﴾ کے پیش نظر ان پر مسلمان ہونے کی زبردستی مسلط نہیں کرتی۔ انہیں اپنے سابقہ دین پر کاربند رہنے کا قانونی حق دیتی ہے۔ اور کسی بھی طرح ان کی دل آزادی کو روا نہیں رکھتی۔

لونڈیوں کا جانی تحفظ:

اسلام لونڈیوں کو مکمل جانی وبدنی تحفظ مہیا کرتا ہے۔ دین اسلام تو میدان جنگ میں بھی عورت کے قتل کو حرام سمجھتا ہے تو عام احوال میں اسکی پاسداری کیوں نہیں کرتا۔ شریعت اسلامیہ کا دامن لونڈیوں کو جانی تحفظ دینے کے حوالے سے بہترین قانون سازی اور عمدہ ترین حکمت عملی سے معمور ہے۔

لونڈیوں کی عزت وناموس کا تحفظ:

دینی، دنیوی اور انسانی بنیادوں پر اسلام ایک لونڈی کی عزت وآبرو کی مکمل پاسداری کرتا ہے۔ اسے مکمل تحفظ والی زندگی دیتا ہے اور کسی بھی قیمت پر اس کی عزت کو داؤ پر نہیں لگنے دیتا، بلکہ ہر جہت اور ہر اعتبار سے اسے سیکیورٹی مہیا کرتا ہے، جس کی تفصیل سابقہ اقساط میں گزر چکی ہے۔

لونڈیوں کی نسل کا تحفظ:

دین اسلام نسل اور حسب کے معاملے میں جہاں عام لوگوں کے بارے میں انتہائی محتاط ہے وہیں لونڈیوں کے حوالے سے بھی شدید ترین احتیاط برتتا ہے۔ وہ لونڈی کے سابقہ شوہر سے حمل، جنین اور بچے کو مکمل تحفظ فراہم کرتا ہے اور دورانِ حمل آقا کو لونڈی سے تعلقات استوار کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور نہ استبرائے رحم سے پہلے اس سے مباشرت روا رکھتا ہے۔ یہ سب کچھ جس کی تفصیل گزشتہ اقساط میں گزر چکی ہے یہ لونڈیوں کی نسل کے تحفظ کی کمال درجہ پاسداری کی بے مثال دلیل ہے۔

لونڈیوں کی عقل کا تحفظ:

شریعت اسلامیہ کوئی ایسا اقدام نہیں اٹھاتی جس سے کسی لونڈی کی عقل زائل ہوجائے یا وہ پاگل ودیوانہ اور مجنون وخبطی ہوجائے۔ وہ لونڈیوں کے ساتھ عافیہ صدیقی جیسا حشر کر کے انہیں مخبوط الحواس اور زندہ لاش نہیں بناتی۔ وہ شراب ومنشیات پر جس طرح عام آدمی کے لیے حرام پابندی عائد کرتی ہے، غلاموں اور لونڈیوں کے عقلی تحفظ کے لیے ان کے بہترین مفاد کے لیے ان پر بھی پابندی عائد کرتی ہے۔

لونڈیاں، جنگی قیدی اور اسلام کی عظمت:

یہاں پر خصوصاً اسلام کی اس عظمت کو ذہن نشین رکھا جائے کہ وہ جنگی قیدیوں کو بالعموم اور قیدی خواتین کو بالخصوص جیل کی کوٹھڑیوں میں بھیڑ بکریوں کی طرح بند کر کے، یا پس دیوار زنداں کر کے، یا انہیں سلاخوں اور جنگلوں میں مقید کر کے، سروں پر کالے تھیلے چڑھا کر، ابوغریب اور گوانتاناموبے جیسی بدنام زمانہ جیلوں کے آہنی پنجروں میں انسانیت سوز سلوک کرنے، کپڑوں سے بالکل ننگا کر کے، شرم وحیا کو پس پشت ڈالتے ہوئے، وحشت ودہشت اور حیوانگی ودرندگی کے سارے ریکارڈ نہیں توڑتا۔ یا چیچنیا وبوسنیا اور عراق وافغانستان میں خواتین کے ساتھ جسمانی، بدنی، جسمانی، اور سائیکالوجیکلی ہونے والی حشر سامانیاں نہیں کرتا۔ اور نہ ان پر ہر طرح کا تشدد روا رکھتے ہوئے ڈاکٹر عافیہ صدیقی جیسی خوفناک، دہشت ناک اور ہولناک مثالیں قائم کرتے ہوئے انہیں جسمانی ودماغی طور پر مفلوج وناکارہ بنانے کی اجازت دیتا ہے۔

اسلام لونڈیوں کو جیل کی تنگ کوٹھڑی نہیں، گھر کا باوقار ماحول دیتا ہے:

اسلام اپنی رواداری کو مدنظر رکھتے ہوئے باوجودیکہ وہ دشمن کی خواتین تھیں، اور ایک دشمن دوسرے دشمن کے ساتھ جو سلوک کرتا ہے، اسلام ان کے ساتھ وہ سلوک برت لیتا تو تب بھی دنیا کو اعتراض کا حق نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ ان خواتین کے وسیع تر مفاد، بہترین مستقبل، اور عمدہ تربیت کے لیے انہیں اپنے مسلم معاشرے کی کھلی فضا میں سانس لینے، کھلے بندوں رہنے سہنے کے لیے اپنے ان گھروں میں ان کی رہائش کا بندوبست کرتا ہے جہاں اس کے اپنے فوجی وسپاہی اپنے علاقوں، کالونیوں میں بیوی بچوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ کیا دنیا قیدیوں کو کینٹ ایریاز اور ڈیفنس میں جگہ دے پائی ہے یا دے پائے گی؟ یا ہر بار ابوغریب اور گوانتاناموبے جیلوں جیسی درندگی کی انسانیت سوز مثالیں دہرائے گی؟

اسلام اور لونڈیوں کی خوراک وطعام:

اسلام دیگر مذاہب کی طرح اپنے قیدیوں کو بھوک اور فاقوں سے نڈھال نہیں کرتا، بلکہ وہ اپنے ماننے والوں کی یہ تربیت کرتا ہے کہ وہ اپنے قیدیوں کو بالعموم اور لونڈیوں کو بالخصوص پورے وقار اور عزت کے ساتھ خوراک وطعام مہیا کریں۔ جو خود کھائیں وہی ان کو کھلائیں، جہاں خود کھانا تناول کریں وہیں اکل وشرب کے لیے انہیں بٹھائیں۔ دیگر اقوام کی طرح وہ انہیں ٹائلٹ کے جوتوں میں دال اور قضائے حاجت میں استعمال ہونے والے لوٹوں میں پینے کا پانی نہیں دیتا۔

لونڈیاں، لباس وپوشاک اور اسلام:

اسلام، انسانی حقوق کے علم برداروں کی طرح شدید سردی، طوفانی جاڑے اور تباہ کن برفباری کے ایام میں قیدیوں کو سر تا پاؤں ننگا نہیں رکھتا، بلکہ ان کے لباس وپہناوے کے لیے ایسا بے مثال قانون اپنے دامن میں رکھتا ہے جس کی دنیا میں مثال ملنا ناممکن ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو یہ حکم دیتا ہے۔ اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو ویسی ہی پوشاک اور کپڑا دیجیے جو وہ خود زیب تن کرتے ہیں۔ تاریخ اس طرز کی

خوب صورت عملی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

کیا لونڈی کے لیے اہل کتاب ہونا شرط ہے؟

وہی اسلام جو شادی و نکاح کے معاملہ میں اسلام کی قید لگاتا ہے، یا مخصوص حالات میں مخصوص شروط وقیود اور حدود وضوابط کے تحت اس کی اجازت ایک کتابیہ عورت سے دیتا ہے۔ مگر لونڈیوں کے معاملے میں وہ اس قسم کی کوئی شرط عائد نہیں کرتا کہ مباشرت ومجامعت صرف اسی لونڈی سے جائز ہوگی جو اہل کتاب بھی ہو، بلکہ ان کا تعلق خواہ کسی بھی مذہب یا گروہ سے ہو، جنگی اور ہنگامی صورت حال کے پیش نظر پیدا شدہ حالات سے نمٹنے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے، ان خواتین کی جنسی وجسمانی اور فزیکلی جائز ضروریات کی تکمیل کے لیے انہیں مباشرت اور تمتع کا حق پورا پورا دیا جاتا ہے۔

یہ چیز بھی اسلام کی خوبی وعظمت، حقیقت پسندی، معاملہ فہمی اور وسعت ظرفی کی نادر الوجود بے مثال ولازوال مثال تھی، مگر افسوس کہ اسے بھی اسلام پر کیچڑ اچھالنے کے لیے منفی انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ یہاں معاملہ صرف بنائے بیت کا نہیں، اخذ زوجات، حصول اولاد یا قیام تعلقات کا نہیں بلکہ یہاں معاملہ عالمی وملکی سطح پر ہنگامی بنیادوں پر اس چیلنج کو سلجھانے کا ہے جو ایمرجنسی بنیادوں پر کھڑا ہوا ہے۔

جنگی قیدی اور مغرب ویورپ کا گھناؤنا کردار:

انسانی حقوق کے نام نہاد علم بردار، اسلام اور اہل اسلام پر نقطہ چینیوں کی بھرمار کرنے والے یہ دانشور، حریت ومساوات کے گن گانے والے یہ مفکرین، یہودیت، عیسائیت، ہندومت وبدھ مت اور مغرب ویورپ کے راگ الاپنے والے فکری ونظری غلام اسلام پر کیا اعتراض کریں گے؟ یہ انسانیت کا کیا رونا روئیں گے؟ یہ ناروائیوں اور بدسلوکیوں کا کیا شکوہ کریں گے، جن کی اپنی حالت یہ ہے کہ

ان کے ہاں قیدیوں کو خوش گوار زندگی گزارنے کا حق دینا تو درکنار، ظلم وتشدد کی بھرمار انہیں سکھ کا سانس نہیں لینے دیتے۔

مسلمان قیدیوں کو اپنے معاشرے میں سٹینڈ بائی کرنا تو دور کی بات وہ بدنام زمانہ جیلوں میں بند انسانوں کو سیدھا کھڑے ہونے کا حق نہیں دیتے۔

ان کو اپنے برابر بٹھانا تو ایک طرف وہ انہیں نارمل طریقے سے بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتے۔

قیدیوں کی زندگی کو روشن ومنور مستقبل دینا تو ایک طرف ان کی تاریک کوٹھڑیوں میں ایک بلب جلانا گوارہ نہیں کرتے۔

انہیں ساتھ بٹھا کر اپنے جیسا کھانا مہیا کرنا تو درکنار وہ انہیں کتوں بلیوں اور خنزیروں جیسا لقمہ دینا روا نہیں سمجھتے۔

قیدیوں کو دینی ومذہبی آزادی کی سوچ تو درکنار انہیں ادائیگی نماز یا صرف تلاوت قرآن پاک کی اجازت دینے کا حوصلہ نہیں رکھتا۔

قیدی عورتوں کو چادر وچار دیواری کا حق دینا تو بعید از قیاس انہیں اپنا پورا تن ڈھانپنے کا حق دینے کو آمادہ نہیں ہوتے۔

قیدیوں کو بیڈ اور بیڈ روم مہیا کرنا تو ایک طرف انہیں سادی چادر پر لیٹنے کا حق نہیں دیا جاتا۔

قیدیوں کو گھر اور اہل خانہ جیسا ماحول دینا تو درکنار بل میں آزادنہ گھومنے والے چوہے جتنا بھی حق نہیں دیا جاتا۔

قیدیوں کو اوڑھنے کے لیے کمبل، رضائی یا لحاف تو ایک طرف، بدن پر پورے کپڑے تو ایک طرف صرف شرمگاہیں ڈھانپنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

قیدیوں کے لیے کھلے آسمان کے چمکتے دمکتے سورج کی کھلی دھوپ تو ایک طرف، بند کمروں میں آنکھوں پر پٹیاں اور سروں پر ٹوپ اور خول چڑھا رکھے ہوتے ہیں۔

قیدیوں کی معاشرے میں آزادنہ نقل وحرکت تو درکنار، تنگ وتاریک کوٹھڑیوں، آہنی جنگلوں کے اندر پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھ پیچھے باندھ کر ہتھکڑیوں کی جکڑ بندیوں میں مقید کر دینے والوں کو، کیا نام دیا جائے گا؟ میڈیا انہیں بےنقاب کرنے سے کیوں ہچکچاتا ہے؟

ابوغریب گوانتانا موبے نامی اور ان جیسی نامعلوم کتنی بدنام زمانہ جیلوں میں ہونے والی اس مغربی سفاکی، تشدد، ظلم وبربریت اور وحشت ودرندگی کو کیا عنوان دیا جائے گا؟ کیا انہیں حق حاصل ہے کہ وہ امن پسند اسلام پر انگلی اٹھائیں؟

اسلام کی طرف سے لونڈیوں کے لیے اٹھائے گئے اقدامات:

جب کہ اس کے مد مقابل اسلام کی امن وسلامتی کی سوچ اور انسان دوستی کے اس عظیم تصور کو ملاحظہ کیجیے کہ وہ کس طرح حالت جنگ کے بغیر عام حالات میں انسانیت کے اغوا، سمگلنگ اور خرید وفروخت پر پابندی عائد کرتا ہے۔

صرف جنگی حالات میں دیگر اقوام کے سابقہ رویے کے پیش نظر جنگ جوؤں کی گرفتاری کی اجازت دیتا ہے۔

ان کی گرفتاری کے بعد وہ انہیں حکومتی تحویل وسپرداری میں دے کر باقاعدہ رجسٹرڈ کرتا ہے۔

بعدازاں انہیں چھوڑ دینے یا آزاد کر دینے کی شق بھی سامنے رکھتا ہے اور وہ بھی بلا معاوضہ

یا پھر معاوضے اور بدلے کی صورت میں فدیے کے ساتھ آزادی کی شق قائم کرتا ہے۔ ان کی علمی وفنی مہارت سے استفادہ کی راہ کھولتا ہے، یا قیدیوں کے بدلے میں قیدیوں کو رہا کروانے کی صورتِ تبادلہ پیش کرتا ہے۔

اگر ان صورتوں میں سے کوئی صورت نہ بن پائے اور انہیں اپنی قید میں رکھنے کا فیصلہ پیش نظر ہو تو پھر اسلام اس کے لیے انتہائی خوب صورت اقدام کرتا ہے۔

جنگ کے بعد قیدی بننے پر اسلام قیدیوں کو وہ تمام تر سہولتیں مہیا کرتا ہے جو انہیں شاید اپنے دیس میں بھی میسر نہ تھیں۔

انہیں تنگ وتاریک کوٹھڑیوں اور جیلوں میں بند کرنے کی بجائے آزادانہ معاشرے میں سیٹل (آباد) کرتا ہے۔

خصوصاً اسلام کی یہ عظمت ہے کہ وہ دشمن کی عورت یا خاتون کے ساتھ جواباً دشمنی پر مبنی ہتھکنڈے استعمال نہیں کرتا، بلکہ ان کے روشن مستقبل، بہترین مفاد اور وسیع ترین فلاح و بہبود کی سوچ کارفرما رکھتا ہے۔

جنگ کے بعد عورت سے وطن چھن جاتا ہے جس کا سب سے برا اثر ایک عورت پر پڑتا ہے وہ اسے پرائے دیس میں وطن جیسا ماحول دیتا ہے۔ جنگوں میں گھر چھن جاتے ہیں، اسلام اس عورت کے لیے باقاعدہ گھر کا اہتمام کرتا ہے۔

جنگوں میں تحفظ دینے والے نگران چھن جاتے ہیں مگر اسلام ایک لونڈی کو ہر طرح سے چادر چار دیواری اور چھت کا بندوبست کر کے دیتا ہے۔ جنگوں میں خاوند اور شوہر قتل ہو جاتے ہیں وہ انہیں شوہر کی ضرورت پورا کرنے والا مالک مہیا کرتا ہے۔

اسلام لونڈیوں کو بازارِ حسن میں ذلیل ورسوا کرنے کی بجائے جنسی پیاس بجھانے کے لیے باوقار طریقے سے فطری ضرورت کو جائز انداز میں تسکین مہیا کرتا ہے۔ جنگوں میں اہل وعیال اجڑ جاتے ہیں۔ وہ لونڈیوں کو نئے سرے سے اہل وعیال پر مبنی گھریلو ماحول دیتا ہے۔

جنگوں میں بچے مر جاتے ہیں، بچھڑ جاتے ہیں، گودیں اجڑ جاتی ہیں، اسلام لونڈیوں کے لیے بچوں کی جائز ضرورت کا سامان مہیا کرتا ہے۔ جنگوں میں ماں کی ممتا ویران ہو جاتی ہے، وہ اسے بحال کرتے ہوئے امّ الولد کے اعزاز خاص سے نواز دیتا ہے۔

جنگوں میں مال ودولت اجڑ جاتے ہیں۔ اسلام لونڈیوں کے لیے نان ونفقہ، اکل وشرب اور خوراک وپوشاک کا مناسب اہتمام کر دیتا ہے۔ جنگوں میں کمانے والے افراد اور معاون ہاتھ ختم ہو جاتے ہیں مگر اسلام لونڈیوں کو نگران ومحافظ اور کمانے والے ہاتھوں میں دے دیتا ہے۔ الغرض اسلام لونڈیوں کے تمام تر حقوق خواہ وہ دینی حق ہو، مذہبی حق ہو، جانی، مالی، جسمانی، جنسی، نسلی، عقلی یا نفسیاتی حق ہو۔ وہ حق خواہ فکری ونظری ہو یا سمعی وبصری ہو، حق اولاد ہو یا حق نکاح ہو، حق طعام ہو یا حق قیام ہو، حق خوراک وپوشاک ہو یا حق عزت وآبرو، حق زیبائش وآرائش ہو یا حق سکونت ورہائش ہو۔ اسلام ایک لونڈی کی حاضر ومستقبل کی تمام جائز ضروریات کو پورا کرنے کا ہر ممکنہ اہتمام وانصرام کرتا ہے۔

علاوہ ازیں وہ اس پر کسی قسم کی ادنی سی جور وتعدی یا ظلم وزیادتی کو روا نہیں رکھتا بلکہ ہر اعتبار سے اس کی حوصلہ شکنی کرتا ہے، بلکہ اس کے برعکس اس سے حسن سلوک کے برتاؤ، حسن تعلیم، حسن تربیت اور اس کی حریت وآزادی کی ترغیب دلا کر اسے ایک مسلمان گھرانے کی شہزادی بنانے کی خوب صورت روایت قائم کرتا ہے۔

خلاصہ کلام:

ان سب حقائق کی روشنی میں اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے تو اسلام پر لونڈیوں کے حوالے سے اٹھائے جانے والے اپنوں اور بیگانوں کے اعتراضات شریعت اسلامیہ سے بعد، قرآن وحدیث سے ناواقفیت، فقہ کتاب وسنت سے عدم شناسائی، تاریخ سے عدم آگہی، مطالعہ کی کمی، علمی بے بضاعتی، صحیح نظر وفکر کے فقدان، سطحیت اور جذباتیت کے سامان، عدم تحقیق وریسرچ، تعلیماتِ دین سے مغروری ومعذوری، آئی ٹی کے ترقی یافتہ دور کے باوجود درست انفرمیشن سے دوری، حق گوئی سے بیزاری، بے جا طعن وتشنیع، دشنام بازی، حجت بازی، دروغ گوئی اور سینہ زوری پر مبنی زہریلے پروپیگنڈہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔

نتیجہ:

سابقہ اصول وقواعد اور حقائق وواقعات کے بعد ایک منصف مزاج انسان کے سامنے یہ بات کھل کر آجاتی ہے کہ اسلام میں لونڈیوں کا نظام اس کے ماتھے کا کلنک نہیں بلکہ خوش نما جھومر ہے۔

اس کے لیے باعث ننگ وعار نہیں بلکہ انسانیت کے لیے پر رحمت وباوقار شعار ہے۔

باعث ذلت نہیں باعث شرف وعزت ہے۔

باعث جگ ہنسائی نہیں، باعث رہنمائی وخیر خواہی ہے۔

باعث رسوائی نہیں، باعث دلربائی وپذیرائی ہے۔

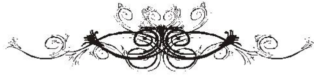
باعث شیم وشرم نہیں، باعث رحم وکرم ہے۔

یہ سسٹم دنیا کے لیے باعث زحمت نہیں، سبب رحمت ہے۔

بے کار وفضول نہیں، بلکہ حقوق انسانیت کی پاسداری کا چمکتا ودمکتا اصول ہے۔

انسانی عزت وآبرو کو چکنا چور نہیں کرتا بلکہ پوری انسانیت کے لیے رہتی دنیا تک منارۂ عظمت ونور ہے۔

اسلام اور اہل اسلام کی تنگ دلی وسنگ دلی کی علامت نہیں بلکہ ان کی وسعت ظرفی وفراخ دلی پر دلالت کرنے والا مسحور کن دستور ومنشور ہے۔



علامہ الشیخ طنطاوی کی وفات

دنیائے اسلام کے ممتاز عالم دین شیخ الازہر الشیخ سید طنطاوی گزشتہ دنوں حرکت قلب بند ہونے سے رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ کا شمار جامعہ الازہر مصر کے ممتاز اور کبار علماء میں ہوتا تھا۔ خصوصاً آپ قرآنِ حکیم کے بلند پایہ مفسر تھے۔ آپ نے ۱۹۶۶ء میں تفسیر اور حدیث کے اہم موضوع پر (دکتورہ) پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اور کلیہ اصول الدین میں تدریسی خدمت سرانجام دینے لگے۔ پھر چار سال کے لیے لیبیا تشریف لے گئے۔ آپ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں قسم الدراسات العلیا کے پرنسپل بھی رہے۔ ۱۹۸۶ء میں آپ کو مصر کا مفتی اعظم مقرر کیا گیا اور آپ کی علمی خدمات کے اعتراف میں ۱۹۹۶ء میں آپ کو شیخ الازہر کے منصب پر فائز کیا گیا۔ اور تادمِ مرگ اس منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ آپ رابطہ العالم الاسلامی کے تحت عالمی تنظیم برائے مساجد کے رکن بھی تھے۔ آپ عالم اسلام میں رونما ہونے والے تمام اہم واقعات پر اپنی مدبرانہ عالمانہ رائے کا اظہار بڑی جرأت کے ساتھ کرتے تھے۔

آپ ریاض سعودی عرب میں کسی کانفرنس میں شرکت کے بعد واپس جا رہے تھے کہ دل کی تکلیف محسوس ہوئی۔ ہسپتال پہنچایا گیا مگر جانبر نہ ہو سکے۔ آپ کی رحلت سے عالم اسلام ایک مخلص عالم دین، ممتاز دانشور اور مفکر اسلام سے محروم ہو گیا۔ آپ کی نماز جنازہ مسجد نبوی میں ادا کی گئی جس میں لوگوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ ان کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔ آپ کی رحلت پر جامعہ سلفیہ فیصل آباد کی انتظامیہ خصوصاً رئیس الجامعہ میاں نعیم الرحمٰن، مدیر التعلیم الاستاد یٰسین ظفر نے تعزیت کا اظہار کیا اور ان کی مغفرت اور لواحقین کے لیے صبر جمیل کی دعا کی ہے۔

[شعبہ نشر واشاعت جامعہ سلفیہ، فیصل آباد]

تذکرۂ سلف

امام المدینۃ

مالک بن انس الاصبحی المدنی

از: عبدالرحیم اظہر الکریمی ڈیروی

اسم مع کنیت ونسب ونسبت:

ابوعبداللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن الحارث الاصبحی المدنی۔ آپ کا تعلق یمن کے معزز قبیلہ اور شاہی خاندان حمیر کی شاخ اصبح سے تھا۔ اِس وجہ سے آپ کو اصبحی کہا جاتا ہے۔ آپ کے خاندان میں سب سے پہلے آپ کے جد اعلیٰ ابوعامر مسلمان ہوئے۔ چناں چہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ

جده ابوعامر صحابيٌّ جليلٌ شهد المغازي كلّها مع رسولِ اللّٰه ﷺ خلا بدرا۔ [تنوير الحوالك وتذكرة الحفاظ للذهبي]

یعنی ''امام المدینہ کے پردادا ابوعامر رضی اللہ عنہ اصحابِ رسول ﷺ میں سے تھے وہ بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے۔''

بعض نے کہا کہ اِن کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ولادت:

امام مالک رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور اِن کے سن ولادت میں اختلاف ہے۔ الشیخ سید الشبلنجی المدعو بمومن نے اپنی تصنیف میں مختلف سن لکھے ہیں۔ یعنی ۹۳ھ، ۹۴ھ، ۹۵ھ وغیرہ۔ [نور الابصار فی مناقب آل بیت التبی المختار]

لیکن معروف سن ولادت ۹۳ھ ہے اور اِسی کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی تصنیف بستان المحدثین اور امام سیوطی نے مقدمہ تنویر الحوالک اور ابوزہرہ مصری نے اپنی تصنیف تاریخ ومحدثین میں لکھا ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام عالیہ بنت شریک بن عبدالرحمٰن الازدیہ تھا۔ آپ رحمہ اللہ بطن مادر میں معمول سے زیادہ ٹھہرے۔ چناں چہ امام سیوطی نے لکھا ہے:

وَحَمَلَتْ بِهٖ اُمُّهٗ ثلاثَ سِنِيْنَ۔

یعنی ''امام مالک اپنی والدہ محترمہ کے بطن میں تین سال رہے۔''

حلیہ، اخلاق وعادات:

امام مالک رحمہ اللہ دراز قد، موٹا بدن، سفید رنگ، کشادہ چشم اور خوب صورت ناک رکھتے تھے۔ اُن کی پیشانی میں سر کے بال کم تھے۔ ایسے شخص کو عربی میں اصلع کہتے ہیں۔ آپ کی داڑھی مبارک گنجان اور اس قدر لمبی تھی کہ سینہ تک پہنچتی تھی اور مونچھوں کے اُن بالوں کو جو لبوں کے کنارے پر ہوتے تو اُن کو کترواتے اور منڈوانے کو مکروہ سمجھتے۔ آپ رحمہ اللہ عذر اور بیماری کے سوا سرمہ لگانا اچھا نہ سمجھتے تھے۔ جب اُن کو کسی ضرورت سے سرمہ لگانا ہوتا تو باہر تشریف نہ لاتے بلکہ گھر ہی میں بیٹھے رہتے۔ [بستان المحدثین]

نیز اِسی کتاب میں شاہ عبدالعزیز دہلوی نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام مالک کھانا پینا خلوت میں رکھتے تھے۔ اِس وجہ سے کسی نے آپ کو کھاتے پیتے نہیں دیکھا۔

امام ذہبی لباس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ امام مالک عمدہ لباس پہنتے تھے۔ وہ عدن (جو ملک یمن کا ایک شہر ہے) کے تیار شدہ عمدہ کپڑے پہنتے اور خوشبو بہ کثرت استعمال فرماتے اور ایک اچھے مکان میں رہتے۔ چناں چہ عبدالرحمٰن بن واقد فرماتے ہیں:

قد رأيتُ باب مالكٍ بالمدينة كانّهٗ بابُ الامير۔

[تذكرة الحفاظ للذهبي]

یعنی ''میں نے مدینہ منورہ میں امام مالک کا دروازہ دیکھا تو معلوم ہوتا کہ یہ کسی بادشاہ کا دروازہ ہے۔''

امام المدینہ مالک بن انس کے حالات زیست کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک باوقار اور خوددار ہونے کے علاوہ اپنے اہل وعیال اور ملازمین کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سنت رسول ﷺ کی پیروی فرماتے۔

حصولِ علم:

جب مالک بن انس کی ولادت ہوئی تو اُس وقت مدینہ منورہ علم وعرفان کا مرکز بن چکا تھا اور آپ کا گھرانہ بھی علمی مرکز تھا اور اِس بیت العلوم میں حدیث وسنت کا تذکرہ رہتا۔ آپ کا دادا مالک بن ابی عامر بھی تابعین میں سے بڑے عالم تھے۔ انہوں نے امام القرأ نافع بن عبدالرحمٰن کے علاوہ بہت سے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ امام ابوزہرہ مصری نے اپنی تصنیف میں امام مالک کے شیوخ کی تعداد نو سو بتائی ہے۔ اُن میں تین سو تابعین اور چھ سو تبع تابعین تھے۔ [حدیث ومحدثین]

امام مالک کا تعلق ایک معزز اور مال دار گھرانے سے تھا۔ آپ کو علم حاصل کرنے کا بے حد شوق تھا۔ لیکن اُس دور میں اُن کو مالی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ چناں چہ شوقِ حصولِ علم کو پورا کرنے کے لیے ذاتی مکان فروخت کر دیا پھر کرایہ کے مکان میں رہنے لگے۔ جو کسی وقت عبداللہ بن مسعود کا مکان تھا اور مسجد نبوی میں اُس جگہ بیٹھتے جہاں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی کی جائے نشست تھی اور یہ وہ جگہ ہے جہاں اعتکاف کے وقت رحمۃ للعالمین محمد کریم ﷺ کا مبارک بستر بچھایا جاتا تھا۔ باہر نکلتے تو سر پر بڑا رومال رکھ لیتے۔ [مقدمہ اشرف الہدایہ]

ایک وقت تھا جب امام مالک نے اپنا مکان فروخت کر دیا تھا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُن پر دولت کا دروازہ کھل گیا۔

محبت حدیث رسول:

امام دار الہجرۃ والمدینۃ کی تمام مجالس پروقار اور سنجیدہ ہوش اور اُن کو مدینۃ النبی ﷺ سے بہت محبت تھی۔ اُس کی حرمت کا خاص خیال فرماتے۔ جب درسِ حدیث کی مجلس ہوتی تو اُن کی طبیعت میں مزید ادب وعاجزی اور انکساری کی کیفیت پیدا ہو جاتی۔ چناں چہ محدث العصر الشیخ ابو العلا محمد عبدالرحمٰن رحمہ اللہ مبارک پوری اپنی تصنیف تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی کے مقدمہ میں امام مالک رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں اپنے اُستاد مالک کی خدمت میں حاضر ہوا اور درسِ حدیث کا سلسلہ جاری تھا۔ اِسی دوران ایک بچھو نے سولہ دفعہ ڈسا جس سے آپ کا چہرہ زرد پڑ جاتا مگر امام المدینہ ومحبّ حدیث رسول مالک بن انس نے اپنا سلسلہ حدیث (درس) کو جاری رکھا منقطع نہیں ہونے دیا۔ جب لوگ چلے گئے تو میں (عبداللہ بن مبارک) نے اپنے استادِ محترم سے اس کیفیت کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا:

صَبَرْتُ اِجْلَالًا لحدیث رسولِ الله ﷺ۔

''میں نے یہ سب کچھ حدیث رسول ﷺ کی وجہ سے کیا ہے۔''

ایک روایت میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا نام امام مالک رحمہ اللہ کے سامنے آتا تو ادب کی وجہ سے اُن کی کمر جھک جاتی اور جب تدریس حدیث کے لیے بیٹھتے تو پہلے وضو فرماتے، اچھا لباس پہنتے اور خوشبو لگاتے پھر مسند تدریس پر باوقار رونق افروز ہوتے۔ جب آپ رحمہ اللہ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا:

اَحَبُّ اَنْ اُعظِّمَ حدیثَ رسولِ اللّٰهِ ﷺ۔

''میں حدیث مصطفیٰ ﷺ کی تعظیم بجالانے کو محبوب سمجھتا ہوں۔''

نیز یہ روایت بھی ہے:

وکان یَکْرَہُ اَنْ یُحَدِّثَ عَلٰی طریقٍ اوْ قائمًا اَوْ مُسْتَعْجِلًا۔

یعنی ''امام مالک رحمہ اللہ راہ چلتے یا کھڑے ہو کر یا عاجلانہ طور پر حدیث روایت کرنے سے احتراز فرماتے۔''

مزید یہ کہ آپ باوجود ضعیف وبڑھاپے کے مدینہ منورہ میں سوار نہ ہوتے اور فرماتے:

لَا اَرْکَبُ فی مدینة فیها جَثَّةُ رَسولِ اللّٰهِ مدفونةٌ۔

یعنی ''جس ارض مقدس میں جسم اطہر (جسم نبی ﷺ) مدفون ہو اُس میں سوار ہونا شانِ محبت اور آداب کے خلاف ہے۔''

[ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ للذہبی، مقدمہ تحفۃ الاحوذی وکتاب نور الابصار فی مناقب آلِ بیت النبی المختار للشیخ سید الشبلبخی الموعود بمومن طبع مصر]

تلامذہ:

امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرنے والوں کی تعداد کافی ہے اور آپ رحمہ اللہ کے معروف تلامذہ امام محمد، امام شافعی اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ وغیرہ ہیں۔

دورِ ابتلاء:

امام مالک اپنے دور میں استقامت فی الدین اور صداقت میں اپنی مثال آپ تھے۔ چناں چہ ۱۴۷ھ میں آپ رحمہ اللہ پر ایک عظیم امتحان آیا کہ آپ کو کوڑوں سے پیٹا گیا۔ اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس کی کیا وجہ تھی؟ بعض کے نزدیک یہ ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ اگر کسی شخص کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اُن دنوں جب خلیفہ کسی سے بیعت لیتا تو اس اِس بات پر مجبور کیا جاتا کہ وہ خلیفہ کی بیعت کو توڑے تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ حکمران طبقہ نے خیال کیا کہ لوگ امام مالک کے فتویٰ کی بنا پر آسانی سے خلیفہ کی بیعت توڑ دیا کریں گے۔ [کتاب تاریخ حدیث ومحدثین از ابوزہرہ]

اِسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابن قاسم نے امام مالک سے دریافت کیا کہ کیا حکومت کے باغیوں کے خلاف جنگ کی جاسکتی ہے؟ امام مالک نے فرمایا: اگر عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جیسے خلیفہ کے خلاف بغاوت کی جائے تو بلاشبہ باغیوں کے خلاف جنگ لڑنا درست ہے۔ ابن قاسم نے کہا: اگر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جیسا نہ ہو تو پھر امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: تو پھر چھوڑ دیئے ایک ظالم دوسرے ظالم سے بدلہ لے اور اللہ تعالیٰ پھر دونوں سے انتقام لے گا۔ چناں چہ آپ کا یہ فتویٰ اِبتلاء کا موجب بنا۔ منصور کے عامل جو مدینہ منورہ میں متعین تھا، آپ رحمہ اللہ کو ستر کوڑے مارے۔ المرام اینکہ معروف واقعہ جبری طلاق والا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

مؤرخین لکھتے ہیں کہ امام مدینہ کو مختلف انداز کی تکالیف اور مصائب برداشت کرنا پڑے۔ آپ رحمہ اللہ کے دونوں ہاتھ کھینچ کر مونڈھے اتروا دیئے گئے جس کے بعد امام مالک ہاتھوں کو نہ اٹھا سکتے، جو حضرات کہتے ہیں کہ امام مالک ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اِس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام صاحب کی مجبوری تھی کہ وہ ہاتھوں کو اوپر اٹھا نہیں سکتے تھے۔

دوسرا یہ کہ کسی کا فعل طریقہ رسول کے مقابلہ میں کوئی حجت نہیں۔

ترکِ جماعت کی علت:

امام مالک نے پچیس سال جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ تذکرۃ الحفاظ للذہبی طبع بیروت لبنان میں ہے:

لَـم يشْهَـدْ مـالكٌ الـجـماعةَ خمسًا وّعشرينَ سَنَةً فَـقِيْـلَ لـه! مـا يَمْنَعُكَ؟ قَال: مخافةٌ اَنْ اَراى مُنْكَرًا فَاحْتَاجُ اَنْ اَغَيِّرَهُ۔

''امام المدینہ مالک بن انس عرصہ پچیس سال اس طرح عزلت ویکسوئی میں رہے کہ نماز کے لیے بھی مسجد میں نہیں آتے تھے۔ جب اُن سے وجہ پوچھی گئی تو اِس خوف سے کہ کوئی منکر نظر آئے اور اُس کو روکنے کی ضرورت پیش آئے۔ کیوں کہ وہ اپنے زمانہ کے حکمرانوں کا سلوک دیکھ چکے تھے۔ اور ممکن ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ صلاۃ خلف الفاسق کو باطل سمجھتے ہوں۔'' [مزید ملاحظہ ہو مقدمہ اشرف الہدایہ شرح اردو ہدایہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان]

امام مالک دوسرے اہل علم کی نظر میں:

① ...... یحییٰ بن سعید القطان اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ مالک امیر المومنین فی الحدیث یعنی امام مالک حدیث میں امیر المومنین ہیں۔ [مقدمہ تنویر الحوالک]

② ......امام شافعی کا قول ہے کہ

لولا مالك وابن عيينة، لذهب علم الحجاز۔

یعنی ''اگر امام مالک رحمہ اللہ اور ابن عیینہ رحمہ اللہ نہ ہوتے تو علم حجاز سے رخصت ہو جاتا۔'' [مقدمہ تحفۃ الاحوذی]

③ ......کسی نے امام شافعی سے پوچھا کہ جن علماء سے آپ کی ملاقات ہوئی ہے کیا اُن میں کوئی امام مالک جیسا بھی ہے؟ تو فرمایا جو حضرات علم وعمر میں ہم سے مقدم ہیں اُن سے سنا ہے کہ ہم نے امام مالک جیسا عالم نہیں دیکھا۔ [التعليق الممجد]

④ ......ابن مہدی کہتے ہیں:

سـفيـان الثـوری امـام فی الحديث وليس بامام فی

السنة والاوزاعی امام فی السنة ولیس بامام فی الحدیث ومالك بن انس امام فیهما جمیعا ۔

[مقدمه تنویر الحوالك، ص:۳، مطبع مصری]

یعنی ''سفیان ثوری حدیث کے امام ہیں اور امام اوزاعی سنت کے امام ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ دونوں کے امام ہیں ۔''

⑤...... امام مالک قبولِ حدیث کے معاملے میں متشدد تھے ۔ چناں چہ امام ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

کان مالك اوّلُ من انتقی الرجال من الفُقهاءِ بالمدینة ۔ [تهذیب التهذیب]

یعنی ''امام مالک پہلے آدمی ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ کے فقہاء پر تنقید کی ہے اور اُن لوگوں سے اعراض کرتے جو حدیث میں ثقہ نہ ہوتے ۔''

⑥......عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ امام زہری رحمہ اللہ سے حدیث بیان کرنے میں اُن کا کون سا شاگرد زیادہ پختہ اور قابل اعتماد ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

مالكٌ اثبتَ فی كلِّ شیءٍ ۔ [ملاحظه مقدمه تنویر الحوالك وتذكرة الحفاظ]

یعنی ''امام مالک رحمہ اللہ ہر فن میں زیادہ مضبوط اور قابل اعتماد ہیں ۔''

⑦......امام مالک کی کتاب مؤطا کے بارے میں امام سیوطی لکھتے ہیں ۔ مؤطا کو دین اسلام میں اصل واساس کا مقام حاصل ہے ۔ اور بخاری شریف اصل ثانی ہے ۔ [تنویر الحوالک]

امام مالک اپنے زمانہ میں بہ یک وقت محدث اور فقیہ بھی تھے ۔ آپ کی مشہور اسناد مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ محدثین کے نزدیک یہ سلسلۃ الذہب (سونے کی لڑی) کہلاتی ہے ۔ مؤطا حدیث وفقہ کا نادر ذخیرہ ہے ۔ جس کو امام مالک رحمہ اللہ نے تقریباً چالیس سال کی محنت سے ترتیب دیا تھا ۔

امام مالک رحمہ اللہ سے جب پوچھا گیا کہ آپ رحمہ اللہ نے مؤطا نام کیوں رکھا ہے؟ جواب میں فرمایا: لکھنے کے بعد میں نے مدینہ منورہ کے ستر فقہاء کے سامنے اِسے پیش کیا ۔ سب نے میری موافقت کی تو میں نے مؤطا نام رکھا ۔

امام مالک رحمہ اللہ سے اُن کے زمانہ میں تقریباً ایک ہزار آدمیوں نے مؤطا کو سن کر جمع کیا ۔ چناں چہ اِس کے نسخے بہت ہیں ۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی تالیف میں اِس کے سولہ نسخے بتائے ہیں جن کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

(۱)......امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد یحییٰ بن یحییٰ کا یہ نسخہ مؤطا امام مالک کہلاتا ہے ۔ اس کی کثرت سے شروحات لکھی گئی ہیں ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ایک شرح عربی میں المسویٰ نامی لکھی ۔ دوسری فارسی میں المصفّٰی ہے ۔ قاضی ابن العربی مالکی اور علامہ زرقانی نے بھی اسی نسخہ کی شرحیں لکھی ہیں ۔ علامہ یحییٰ بن یحییٰ مصمودی نے بیس برس کی عمر میں مشرق کی طرف سفر کیا اور امام مالک رحمہ اللہ سے مؤطا کو سنا ۔ ۱۷۹ھ میں جو امام کی وفات کا سال ہے اُن کی ملاقات امام سے ہوئی ۔ امام کی وفات کے وقت یہ وہاں موجود تھے ۔ امام مدینہ رحمہ اللہ کے جنازہ کی تجہیز وتکفین کی خدمت اِن کو نصیب ہوئی ۔ ابن بشکوال نے بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ مستجاب الدعوات تھے اور وضع لباس اور ہیئت ظاہری اور نشست وبرخاست میں بھی امام المدینہ مالک رحمہ اللہ بن انس کا اتباع فرماتے تھے ۔

(۲)......مؤطا کا دوسرا نسخہ وہ ہے جو عبداللہ بن وہب نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کر کے جمع کیا ہے ۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ابن وہب کے بارے مختلف واقعات وعجائبات لکھتے ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ ابن وہب ایک روز حمام میں تشریف لے گئے کسی نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَاِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ ﴾ تو وہ بے ہوش ہوگئے ۔

دوسری عجیب بات یہ ہے کہ ابن وہب نے اِس امر کا التزام کر رکھا تھا کہ آپ سے جب کسی کی غیبت ہوجاتی تو ایک روزہ رکھتے تھے ۔ اور آپ کے بارے یہ بھی ہے کہ جب کسی کی غیبت کر بیٹھتے تو ایک درہم خیرات کرتے ۔ درہم کا خیرات کرنا ایسا شاق گزرا کہ مجھ سے غیبت چھوٹ گئی ۔ انہوں نے ۲۵ شعبان ۱۹۷ھ کو ستر (۷۰) سال کی عمر میں وفات پائی ۔

(۳)......مؤطا کا تیسرا نسخہ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی کا ہے ۔ ان کا نسب کچھ اس طرح ہے کہ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب الحارثی دراصل یہ مدینہ کے رہنے والے تھے ۔ لیکن بصرہ میں سکونت اختیار کر لی

تھی۔ان کی نیک بختی اور بزرگی پر جمیع اہل عصر کا اتفاق تھا۔انہوں نے ٦ محرم ۲۲۱ھ کو مکہ معظمہ میں وفات پائی۔

(۴)......مؤطا کا چوتھا نسخہ ابن القاسم کا ہے، جو مذہب مالکی کے مشہور ترین فقہاء میں سے ہیں۔ان کا نسب مع کنیت اس طرح ہے۔ ابوعبداللہ عبدالرحمٰن بن القاسم بن کالد بن جنادہ العتقی تھا۔مصر کے رہنے والے تھے۔ یہ بہت سے مشائخ سے روایت کرتے ہیں۔علم حدیث کی راہ طلب کرنے میں بہت سا مال صرف کیا۔تقویٰ اور پرہیز گاری میں عجائب روزگار تھے۔صحت حدیث اور حسن روایت میں یگانہ آفاق اور نادر زمانہ تھے۔انہوں نے ۱۹۱ھ میں وفات پائی۔

(۵)......مؤطا کا پانچواں نسخہ یہ معن بن عیسٰی کا روایت کردہ ہے۔ ان کا نسب مع کنیت اس طرح ہے۔ ابویحییٰ معن بن عیسٰی بن دینار المدنی القراز جب امام مالک رحمہ اللہ ایسے بوڑھے ہوگئے کہ لاٹھی رکھنے کی ضرورت پڑی تو بجائے لاٹھی کے معن بن عیسٰی ہوتے۔امام مالک اُن کے دوش کے سہارے مسجد نبوی تک اقامت جماعت کے لیے تشریف لے جاتے۔ اسی وجہ سے ان کو عصائے مالک رحمہ اللہ بھی کہتے تھے۔ انہوں نے امام مالک سے چالیس ہزار مسائل سنے تھے۔اور ماہ شوال ۱۹۸ھ میں بمقام مدینہ منورہ وفات پائی۔

(٦)......مؤطا کا چھٹا نسخہ یہ عبداللہ بن یوسف تنیسی کا روایت کردہ ہے۔تنیس الجزائر (مغرب) میں ایک شہر ہے۔آخر عمر میں انہوں نے وہاں کی سکونت اختیار کی تھی۔ورنہ دراصل وہ دمشقی تھے۔

(۷)......مؤطا کا ساتواں نسخہ یہ یحییٰ بن بکیر کا روایت کردہ ہے۔ یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں نے مؤطا کو چودہ مرتبہ امام مالک کو سنایا ہے۔ان کے والد کا نام عبداللہ ہے۔بکیر ان کے دادا ہیں جن کے نام کی جانب ان کی نسبت کی جاتی ہے۔انہوں نے ۲۳۱ھ میں وفات پائی۔

(۸)......مؤطا کا آٹھواں نسخہ یہ بروایت سعید بن عقیر ہے۔ان کی نسبت ونسب مع کنیت اِس طرح ہے۔ابوعثمان سعید بن کثیر بن عفیر بن مسلم انصاری۔ یہ بھی امام مالک اور لیث بن سعد کے شاگردوں میں سے ہیں۔انہوں نے ماہِ رمضان المبارک ۲۲٦ھ میں وفات پائی۔

(۹)......مؤطا کا نواں نسخہ یہ بروایت ابومصعب زہری ہے۔ان کا نسب مع کنیت اس طرح ہے۔ابومعصب احمد بن ابی بکر القاسم بن الحارث بن زرارہ بن مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری ہے۔انہیں عوفی بھی کہتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے مفتی وقاضی بھی تھے۔شیوخ اہل مدینہ میں ان کا شمار تھا۔۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور امام مالک کی صحبت اختیار کی تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے تفقہ تام عطا فرمایا۔انہوں نے ۹۲ سال عمر پائی اور ماہ رمضان المبارک ۲۴۲ھ میں وفات پائی۔

(۱۰)......مؤطا کا دسواں نسخہ یہ بروایت مصعب بن عبداللہ زبیری ہے۔

(۱۱)......مؤطا کا گیارھواں نسخہ یہ محمد بن مبارک صوری کی روایت سے ہے۔

(۱۲) مؤطا کا بارھواں نسخہ یہ بروایت سلمان بن برد ہے۔ راقم الحروف (شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) کو اِن دونوں (گیارھواں اور بارھواں) نسخوں کی احادیث پر اطلاع حاصل نہیں ہوئی۔

(۱۳)......مؤطا کا تیرھواں نسخہ یہ بروایت یحییٰ بن یحییٰ التمیمی ہے۔

(۱۴)......مؤطا کا چودھواں نسخہ یہ بروایت ابوحذافہ سہمی ہے۔ان کا نام احمد بن اسماعیل ہے۔وفات کے اعتبار سے یہ امام مالک رحمہ اللہ کے آخری شاگردوں میں سے ہیں۔بغداد میں عیدالفطر کے روز ۲۵۹ھ میں وفات پائی۔

(۱۵)......مؤطا کا پندرھواں نسخہ یہ سوید بن سعید سے روایت ہے۔ان کا نام مع کنیت اس طرح ہے۔ ابومحمد سوید بن سعد الہروی۔ انہوں نے ماہ شوال ۲۴۰ھ میں انتقال فرمایا۔

(۱٦)......مؤطا کا سولھواں نسخہ یہ امام محمد بن الحسن شیبانی سے روایت ہے۔ یہ امام محمد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بھی شاگرد ہیں۔اور یہ مؤطا، مؤطا امام محمد کہلاتا ہے۔مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی نے التعلیق الممجد کے نام سے اس کی فاضلانہ شرح لکھی ہے۔ یہ تھا مؤطا امام مالک کے سولہ نسخوں کا مختصر تعارف، مختصر حالاتِ زیست امام مالک رحمہ اللہ۔مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو بستان المحدثین، تنویر الحوالک اور تذکرۃ الحفاظ وغیرہ۔

امام مالک نے ماہِ ربیع الاوّل ۱۷۹ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

اللهم الرحم علٰى مالك بن انس وجميع المسلمين رحمة واسعاً كثيراً۔ آمين ثم آمين۔

مولانا غلام رسول قلعوی کے بارے میں......ایک ضروری اعلان

محمد اسحاق بھٹی

حضرت مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کا شمار رفیع القدر علمائے دین اور عظیم المنزلت اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ قمری حساب سے وہ ۱۲۲۸ھ میں پیدا اور ۱۲۹۱ھ میں فوت ہوئے۔ انھوں نے حضرت سید عبداللہ غزنوی (وفات ۱۵۔ ربیع الاوّل ۱۲۹۸ھ) کی شراکت میں حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی (وفات ۱۰۔ رجب ۱۳۲۰ھ) سے درسِ حدیث لیا اور سند حاصل کی۔ ان کی وفات پر ایک سو چالیس برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ میں نے ان کے مفصل حالات ایک مستقل کتاب (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی) میں بیان کیے ہیں۔ یہ کتاب کمپوز ہو رہی ہے جو کم وبیش چار سو صفحات پر مشتمل ہوگی۔

کتاب میں ان کے لائق تکریم اسلاف کا تذکرہ بھی آ گیا ہے اور قابل احترام اخلاف کا بھی......! اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اس خاک نشین کو اس عالم کبیر اور تقویٰ شعار بزرگ کے واقعاتِ حیات لکھنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔

اس مردِ ذی مرتبت نے ۶۳ برس کی عمر پائی۔ بیس برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ پھر زندگی کے آخری دم تک پورے ۴۳ برس وعظ وتذکیر اور درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس اثنا میں ان سے بہت سے علما وطلبا نے حصولِ علم کیا ہوگا، لیکن مجھے صرف مندرجہ ذیل بائیس حضرات کے اسمائے گرامی کا پتا چل سکا ہے۔

① مولوی علاء الدین گوجراں والا۔ ② مولوی محمد سکنہ موضع بکن ضلع گوجراں والا۔ ③ مولوی محمد علی میر واعظ سکنہ بوپڑہ ضلع گوجراں والا۔ ④ مولوی بدرالدین سکنہ گل والا ضلع گوجراں والا۔ ⑤ مولوی احمد علی سکنہ کوٹ بھوانی داس ضلع گوجراں والا۔ ⑥ حافظ گوہر سکنہ نوکھر ضلع گوجراں والا۔ ⑦ مولوی غلام حسین سکنہ ساہووالا چیمہ ضلع سیالکوٹ۔ ⑧ مولوی بدرالدین سکنہ سیالکوٹ۔ ⑨ مولوی عمر دین موضع بقابٹالیاں، گوجرہ ضلع لائل پور، حال فیصل آباد۔ ⑩ مولوی نور احمد سکنہ چنیوٹ۔ ⑪ مولوی محمد نعمان سکنہ جہلم۔ ⑫ مولوی نور احمد سکنہ کھائی ضلع جہلم۔ ⑬ مولوی برہان الدین جہلمی۔ ⑭ حافظ غلام محمد سکنہ سدھا کمبوہ ضلع شاہ پور۔ ⑮ مولوی عبدالعزیز ناظم انجمن اہل حدیث لاہور وبانی انجمن حمایت اسلام لاہور۔ ⑯ حافظ ولی اللہ لاہوری۔ ⑰ حافظ کرم الدین سکنہ جموں۔ ⑱ مولوی شمس الدین سکنہ جموں۔ ⑲ مولوی محمود شاہ واعظ سکنہ ڈھینڈہ ضلع ہری پور ہزارہ۔ ⑳ مولوی قطب الدین ضلع فیروز پور۔ ㉑ مولوی محمد عثمان سکنہ فتح گڑھ چوڑیاں ضلع گورداس پور۔ ㉒ مولوی محمد عظیم اللہ موضع بٹر بن ضلع میر پور۔

ان بائیس حضرات میں سے چھ کا تعلق ضلع گوجراں والا سے ہے۔ دو کا ضلع سیالکوٹ سے، ایک کا چنیوٹ سے، ایک کا ضلع لائل پور (موجودہ فیصل آباد) سے اور تین کا ضلع جہلم سے ہے۔ اس طرح دیگر حضرات مختلف مقامات سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت مولانا غلام رسول قلعوی کے ان تلامذہ کرام کو بھی دنیا سے رخصت ہوئے ایک زمانہ گزر گیا، لیکن ان کے وارثوں میں سے کچھ لوگ ضرور موجود ہوں گے۔ ان میں سے یہ اعلان کسی کی نظر سے گزرے اور وہ ان مرحومین کے متعلق کچھ معلومات رکھتے ہوں تو از راہِ کرم مجھے ضرور مطلع فرمائیں۔ میں ان کے حوالے سے اپنی کتاب ''تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی'' میں ان کا اور ان کے بزرگوں کا تعارف کرانا چاہتا ہوں۔

محمد اسحاق بھٹی
معرفت ہفت روزہ ''الاعتصام''
۳۱۔ شیش محل روڈ لاہور
میرا گھر کا ٹیلی فون نمبر یہ ہے: 042-37143677

علومِ قرآن

قراۃ سبعہ وتجوید کی اہمیت وضرورت

ارسلان ظفر (فاضل جامعہ سلفیہ فیصل آباد)

دینی علوم میں اسلام کے بنیادی مصادر قرآن وحدیث کی تدریس کے ساتھ ساتھ وہ تمام علوم وفنون بھی پڑھائے جاتے ہیں جو اسلام کے فہم میں ممد ومعاون ہوں۔ خاص کر نصوص کی تشریح وتوضیح کے لیے مفسرین، محدثین، فقہاء کی کاوشوں سے بھی استفادہ کیا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض اہم کتب باقاعدہ نصاب کا حصہ ہیں۔ اس کے ساتھ عربی زبان اور ادب کے لیے متنبّی، حماسہ جیسی کتب بھی نصاب میں شامل ہیں۔ یہ ساری کتب براہ راست کتاب وسنت کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ان کی اہمیت اور ضرورت سے کوئی ماہر تعلیم انکار نہیں کرسکتا۔

اسلام کا اہم ترین ماخذ قرآنِ حکیم ہے۔ جس کو سمجھنے کے لیے اس کا صحیح پڑھنا از حد ضروری ہے۔ مدارس میں اس کا اہتمام موجود ہے۔ البتہ مختلف قرأت کی تدریس اور اس کا فہم بہت کم مدارس میں ہے۔ اس کی مختلف وجوہات ہوسکتی ہیں۔ مثلاً دوسرے فنون کی نسبت فن قرأت وتجوید بہت مشکل اور محنت طلب ہے۔ اس کے ماہرین اساتذہ کمیاب ہیں۔ عام زندگی میں مختلف قرأت کا علمی مظاہرہ نہیں ہوتا اور نہ ہی عوام الناس اسے سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس میں دلچسپی لیتے ہیں۔

اس کے باوجود علمائے کرام اس کی ضرورت واہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کرتے۔ کیوں کہ مختلف قرأت کی تعلیم رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا حصہ ہے۔ آپ نے خود اس کی تعلیم دی اور مختلف قرأت پر موافقت فرمائی۔ اس اعتبار سے اس علم کو پڑھنا، پڑھانا اور سمجھنا نیز اس کی صیانت وحفاظت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ مختلف قرأت سے معانی اور مفہوم کی تبدیلی کا بھی ہماری زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ جس سے مستفید ہونا ہمارا حق ہے۔

قرأت سبعہ کا علم نہ صرف محفوظ بلکہ ہر دور میں اس کے ماہرین علماء موجود رہے ہیں۔ جو اس کی بقا کے لیے کوشاں ہیں۔ عملی زندگی میں اس کی تمرین اور مشق بھی کرتے کرواتے رہتے ہیں۔ پاکستان کے مدارس میں اب بھی علوم کی تدریس کا خاطر خواہ انتظام تو موجود ہے البتہ مدارس میں اسلامی علوم وفنون پڑھا دیئے جاتے ہیں۔ اگر یہ تقسیم موجود ہوتی تو پڑھنے اور پڑھانے والوں کو کافی آسانی ہوتی۔

اب نصاب میں قرآنِ حکیم کے چند پاروں کا حفظ تو موجود ہے لیکن باقاعدہ قرأت وتجوید کا اہتمام نہیں حالاں کہ اس کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ طالب علم نے جو پارے حفظ کیے ہیں وہ قواعد وتجوید کے مطابق پڑھ سکے اور صحیح مخرج کے ساتھ تلاوت کرسکے۔ اس ضمن میں بعض مدارس نے بہت شوق وذوق کے ساتھ اہتمام کیا ہے۔ قرآن اور علوم قرآن کی تدریس کے لیے باقاعدہ کلیۃ القرآن یا کم از کم تجوید وقرأت کے نام سے الگ شعبے قائم کیے ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب میں بہت پہلے سے یہ اہتمام موجود ہے۔ اور دنیا کے ذہین ترین حفاظ کو کلیۃ القرآن میں پڑھنے کا موقعہ ملا جنھوں نے اسلامی علوم کے ساتھ تجوید وقرأت سبعہ وغیرہ کی خصوصی تعلیم ماہرین علماء سے حاصل کی اور پھر اپنے وطن میں اس کا احیاء بھی کیا۔

اس سلسلے میں جامعہ لاہور الاسلامیہ کی خدمات قابل تحسین ہیں جنھوں نے قرآن اور علوم قرآن کی مکمل تدریس کے لیے الگ کلیۃ القرآن قائم کیا، جس کا چار سالہ نصاب تجوید وقرأت کی مکمل تعلیم کے ساتھ اسلامی علوم کو جاننے کے لیے کافی ہے۔ ممتاز عالم قاری محمد ابراہیم میر محمدی کی پرخلوص محنت سے یہ ادارہ پروان چڑھا اور نیک شہرت حاصل کی۔ آپ کے بعد مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب

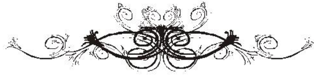
کے ہونہار فرزند ارجمند جناب قاری حمزہ مدنی صاحب نے مسند تدریس کورونق بخشی اور کلیۃ القرآن کو چار چاند لگا دیے۔ پوری محنت اور دلچسپی سے دن رات کام کررہے ہیں اور قرأت سبعہ کے ماہرین تیار کیے جارہے ہیں۔توقع کی جاتی ہے کہ یہ ادارہ پہلے سے بڑھ کر علم القرأت کی خدمت کرے گا۔

اسی طرح استاذ القراء قاری محمد ادریس عاصم صاحب عرصہ دراز سے قرآنی علوم کی تدریس کے ساتھ تجوید اور قرأت سبعہ وعشرہ کی خدمت کررہے ہیں۔آپ کے ہزاروں تلامذہ مختلف مقامات پر تدریسی فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔اس کے باوجود اچھے اور عمدہ قراء کی ضرورت دن بہ دن بڑھ رہی ہے۔

احباب کو یہ جان کر دلی مسرت ہوگی کہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد (جو اسلامی علوم کی تدریس کا منفرد ادارہ ہے اور پاکستان کے صف اوّل کے مدارس میں شامل ہے) نے بھی تجوید وقرأت کی اہمیت اور ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے آج سے پانچ سال قبل قسم تجوید وقرأت کا آغاز کردیا تھا۔جن کے بنیادی مقاصد میں یہ بات شامل تھی کہ ایسے رجال تیار کیے جائیں جو ایک طرف تو اسلامی علوم پر مکمل دسترس رکھتے ہوں اور ساتھ ہی علم القرأت سے بھی آگاہ ہوں، اور یہ تاثر ختم کیا جاسکے کہ ایک قاری قرأت سبعہ سے آگاہی رکھتا ہے مگر کوئی دینی مسئلہ بیان کرنے سے قاصر ہے۔ایک عالم فتویٰ تو دے سکتا ہے مگر قرآن حکیم کی صحیح تلاوت نہیں کرسکتا۔

بڑی شدت کے ساتھ یہ کمی بھی محسوس کی جاتی تھی کہ شعبہ تحفیظ القرآن ائمہ مساجد کے لیے قراء دستیاب نہیں ہیں۔قراء کی کمی کی وجہ سے عام حفاظ سے یہ کام چلایا جاتا ہے جس سے حفظ کرنے والے طلبا میں مطلوبہ معیار پیدا نہیں ہوتا۔قرآنِ حکیم کو سمجھنے کے لیے لازم ہے کہ پہلے قرآنِ حکیم کو صحیح پڑھا جائے۔ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے انتظامیہ اور اساتذہ کرام نے پرخلوص جذبے سے کام کا آغاز کیا۔

یہاں یہ وضاحت بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ ہمارا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے نہ کہ منکرین قرأت سبعہ کو زچ کرنا۔چوں کہ وہ لوگ اپنی انفرادیت قائم کرنے کے لیے آئے دن نئے نئے شوشے چھوڑتے ہیں، جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ان سے الجھ کر اپنے وقت اور صلاحیت کو ضائع کرنا مناسب نہیں ہے۔



ضرورتِ رشتہ

دراز قد، حافظ قرآن، انجینئر، عمر ۲۸ سال۔بہت اچھی جاب۔ معروف اہل حدیث فیملی کیلیے MBBS پردہ کرنے والی لیڈی ڈاکٹر کا رشتہ درکار ہے۔صرف لاہور سے والدین رابطہ کریں۔
[0321-8869902 - 042-7844157]

میرپورخاص جماعت کو صدمہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث میرپور خاص کے متحرک کارکن عبدالمنان بن عبدالسمیع طویل علالت کے بعد ۳/اپریل ہفتہ کو وفات پاگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

قارئین گرامی اس نوجوان کارکن جماعت کے لیے اپنی خصوصی دعاؤں کے ذریعے مغفرت کی بھی دعا فرمادیں۔جزاکم اللہ خیراً

[افتخار احمد سلفی، مدیر جامعہ بحرالعلوم السّلفیہ، میرپورخاص، سندھ]

مولانا محمد حسین شاہ کا انتقال پرملال

جماعت کے معروف عالم دین مولانا محمد حسین شاہ (9/1-L اوکاڑا والے) کچھ دن بیمار رہ کر 17 مارچ 2010ء وفات پاگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم کی عمر ستر سال تھی۔ان کی نماز جنازہ حضرت مولانا عبدالرشید ہزاروی شیخ الحدیث دارالحدیث اوکاڑا نے پڑھائی۔جنازہ میں رینالہ ڈھلیانہ اوکاڑا کے اداروں کے اساتذہ وطلباء نے شرکت کی۔ مرحوم آخر دم تک تبلیغی فریضہ سرانجام دیتے رہے۔اللہ تعالیٰ ان کی حسنات قبول فرمائے اور جنت الفردوس کا وارث بنائے، آمین۔

[عبداللہ یوسف، ناظم دارالحدیث اوکاڑا۔044-2521460]

احکام ومسائل

قسط (۱)

محجوب الإرث

تحریر: مولانا عبدالغفار حسن

جولائی ۱۹۱۸ء میں حافظ محمد اسلم صاحب جیراج پوری نے اپنا ایک مضمون محجوب الإرث کے عنوان سے رسالہ معارف اعظم گڑھ میں شائع کرایا تھا جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ یتیم پوتا وارث ہوسکتا ہے۔ اُسے محجوب الإرث نہیں قرار دیا جاسکتا۔

اسی زمانہ میں مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری مؤلف تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی نے اس کے جواب میں ایک تنقیدی مقالہ اپنے بھتیجے مولوی محمد اصغر صاحب کے ذریعے مرتب کروا کر رسالہ معارف ہی کو اُسی زمانہ میں اشاعت کے لیے بھیج دیا تھا۔ لیکن نہ معلوم کن اسباب کی بنا پر اس کی اشاعت مناسب نہ سمجھی گئی۔ اب جون ۵۲ء کے ''طلوع اسلام'' میں حافظ صاحب کا یہ مضمون پھر دوبارہ شائع کیا گیا ہے۔

ذیل کے مضمون میں استاد محترم مولانا مبارک پوری کے اُسی بلند پایہ مقالہ سے استفادہ کرتے ہوئے یتیم پوتے کی وراثت کے بارے میں کتاب وسنت اور فقہ کے اشارات وتصریحات پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ساتھ ہی رسالہ ''محجوب الإرث'' کے شبہات کا بھی ازالہ کیا گیا ہے۔

کسی مسئلہ کی اصل حقیقت تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ جذباتی اپیل اور دلیل سے بالاتر ہو کر یہ سوچا جائے کہ اس بارے میں کتاب وسنت کے احکام کیا ہیں اور یہ کہ سلف امت نے اُسے کس طرح سمجھا ہے اور ان کا تعامل کیا رہا ہے۔ اس کے بغیر نہ تو کسی مسئلہ کی تہہ تک رسائی ہوسکتی ہے اور نہ کسی بات کا حق ہونا واضح ہوسکتا ہے۔

زیر نظر مسئلہ میں دیکھ لیجیے جہاں تک جذباتی دلیلوں اور اپیلوں کا تعلق ہے نہایت ہی رقت انگیز اور دل نشین پیرائے میں ایک لمبا چوڑا وعظ کہا جاسکتا ہے۔ لیکن کیا اس طرح کوئی مسئلہ سنجیدگی کے ساتھ، ٹھوس دلائل کی بنا پر ثابت کیا جاسکتا ہے؟

کون ہے جسے موجودہ حالات میں یتیم پوتے کی بے بسی اور بے کسی پر رحم نہیں آتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ خالق کائنات رؤف ورحیم سے بڑھ کر رحمت والا کون ہوسکتا ہے؟ ہادئ اسلام حضرت محمد ﷺ سے زیادہ مظلوم انسانیت کے لیے ہمدردی اور شفقت کا جذبہ کس انسان میں پرورش پاسکتا ہے۔

جب تک کتاب وسنت کے دو سرچشموں سے کسی کا حق دار ہونا ثابت نہ کیا جائے، محض جذبات اور قیاسات سے کسی کو قانونی طور پر کوئی حق نہیں دلوایا جاسکتا۔ لیکن جب اللہ اور رسول نے واضح تصریحات اور ٹھوس اصولوں کے ذریعہ وارثوں کا تعین خود ہی کر دیا اور اُس کے حقوق مفصل طور پر خود ہی متعین کر دیئے تو پھر کون ہے جو حق داروں کی اس فہرست میں کسی اضافہ کی جرأت کر سکے۔

جہاں تک امر واقعی کا تعلق ہے پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ جو حضرات یتیم پوتے کو حق وراثت دلوانا چاہتے ہیں وہ کوئی واضح شرعی دلیل نہیں پیش کرسکتے۔

اب ذیل میں اُن دلائل کو پیش کیا جاتا ہے جس سے واضح ہوسکتا ہے کہ وراثت کے معاملہ میں حفید یتیم کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

قرآن حکیم سے استنباط:

﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾ [النساء: ۱۱، ۱۷۶]

''مردوں کے لیے ہے دو عورتوں کے حصہ کے برابر۔''

وجہ استنباط:

قرآن حکیم نے یہ ضابطہ مورث کی اولاد اور بہن بھائیوں کے

لیے مقرر فرمایا ہے۔اب اگر یتیم پوتے کو جیسا کہ کہا جاتا ہے، اس کے باپ کی جگہ رکھا جائے تو لازم آتا ہے کہ مورث کی بہن اور اس کے یتیم بچے کے درمیان بھی ترکہ کی تقسیم

﴿ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ﴾

کے قاعدہ کے مطابق ہو۔

مثلاً اگر ایک شخص ایک بہن، ایک بھائی اور یتیم بھتیجا چھوڑ کر فوت ہو جائے تو یتیم بھتیجے کو اپنے چچا کے برابر اور پھوپھی سے دگنا ملنا چاہیے۔ لیکن یہ ایسی بات ہے کہ جس کا ثبوت نہ قرآن سے ملتا ہے اور نہ حدیث سے، اور نہ علمائے سلف میں کوئی اس کا قائل نظر آتا ہے۔

حدیث نبوی سے استدلال:

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دوسری کتب صحاح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقى فلأولى رجل ذكر۔ "

یعنی "فرائض (مقرر کیے ہوئے حصے) ان کے حق دار وارثوں کو دے دو پھر جو بچ جائے تو وہ میت کے قریب تر مرد رشتہ دار کا حق ہے۔"

اس روایت میں ایک عام ضابطہ اور کلی قاعدہ بیان کیا گیا ہے۔ الا یہ کہ کسی جگہ آیت قرآنی یا دوسری روایت کی بنا پر استثناء کی صورت پیدا ہو جائے۔ اب اس حدیث کی رو سے یتیم پوتے کے مقابلہ میں مورث کا بیٹا، اس کا قریب ترین وارث ہے۔ لہٰذا اس کے ہوتے ہوئے پوتا کیسے وارث بن سکتا ہے۔

یہ حدیث چوں کہ ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتی ہے اس لیے مندرجہ ذیل مسائل کا حل بھی اسی کی روشنی میں ہوگا۔

① ...... ذوی الفروض (وہ قریبی رشتہ دار جن کے حصے قرآن وحدیث میں متعین کر دیئے گئے ہیں۔)

عصبات (وہ رشتہ دار جن کے حصے کتاب وسنت میں مقرر نہیں ہیں) پر مقدم کیے جائیں گے۔

② ...... ترکہ تقسیم کرتے وقت عصبات کے درمیان الأقرب فالأقرب کا لحاظ رکھا جائے گا۔

③ ...... اگر ایک شخص باپ اور بیٹا چھوڑ کر فوت ہو جائے تو باپ کو معین (چھٹا) حصہ دینے کے بعد جو بچے گا وہ بیٹے کا حق ہوگا۔

④ ...... ایک شخص ایک بیٹی اور باپ چھوڑ کر انتقال کر جائے تو بیٹی کو نصف دے کر باقی باپ کو ملے گا۔

⑤ ...... اگر ایک شخص چچا، چچا زاد بھائی بہن اور بھتیجا بھتیجی چھوڑ کر فوت ہو جائے تو ان رشتہ داروں میں سے مرد وارث ہوں گے نہ کہ عورتیں۔

شبہات کا ازالہ:

① ...... اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ عام ضابطہ نہیں ہے، بلکہ اس میں کسی خاص صورت کی رہنمائی کی گئی ہے۔ ورنہ مندرجہ ذیل صورتوں میں فقہائے امت نے اس ضابطہ کا لحاظ کیوں نہیں رکھا؟

(ا) زید میت

ابن الاخ	اخت	بنت
م	ا	۲

اس حدیث کی رو سے دو بیٹیوں کو دو تہائی حصہ دے کر باقی ترکہ میت کے قریب تر بھتیجے کو ملنا چاہیے تھا۔ لیکن علمائے سلف یہاں بہن کو وارث بناتے ہیں اور برادرزادے کو محروم کر دیتے ہیں۔

(ب) مسئلہ تشبیب، یعنی

زید میت

سکڑوتا	سکڑوتی	پڑوتی	بنات الابن	بنت
۲	ا	ا	۲	۲

اس مثال میں تمام مرد اور عورت رشتہ داروں کو وارث ٹھہرایا گیا ہے۔ حالاں کہ مندرجہ بالا ضابطہ کی بناء پر دو بیٹیوں کو حصہ دے کر باقی ترکہ کا وارث صرف سکڑوتے کو ہونا چاہیے تھا جو کہ میت کا مردوں میں قریب ترین رشتہ دار ہے۔ [جاری ہے]



نقطۂ نظر

آزادی یا پستی

عطا محمد جنجوعہ

یورپی اقوام میں چرچ کو بے حد قدر و منزلت حاصل تھی۔ بادشاہ وقت بھی چرچ کے احکام کو سرکاری طور پر نافذ کرتا تھا اور عوام بھی بخوشی اس پر عمل کرتے تھے۔لیکن انقلابِ فرانس کے بعد پارلیمنٹ ہاؤس نے قانون سازی کے اختیارات سنبھال لیے۔عوام کے منتخب نمائندوں نے عوام کی مرضی کے مطابق قانون سازی کا عمل جاری رکھا۔ یہاں تک کہ یورپی ممالک کی اکثر پارلیمنٹ نے عوام کے پرزور مطالبہ کا لحاظ رکھتے ہوئے ہم جنس پرستی کی شادی کو جائز قرار دے دیا۔

انسانی تاریخ شاہد ہے کہ اس شیطانی فعل کی تائید کسی مذہبی وسیاسی تحریک نے نہیں کی۔ مزدک تحریک نے محرم رشتوں کے تقدس کو ضرور پامال کیا لیکن منڈا بازی کی حمایت نہیں کی۔ البتہ جمہوری نظام نے آزادی کی نیلم پری کے نام پر لعنتی فعل کو قانونی طور پر جائز قرار دیا۔ یورپ میں در در کی ٹھوکریں کھانے والے یہودیوں کے پروٹوکول کی پیش قدمی کا نتیجہ ہے کہ جرچ کے ارکان نے الہامی تعلیم کو پس پشت ڈال کر رائے شماری کی بنیاد پر ہم جنس پرستی کی شادی کی توثیق کردی۔

''سٹاک ہوم (اے پی پی) چرچ آف سویڈن نے ہم جنس پرستوں کی شادیوں کو جائز قرار دے دیا۔گزشتہ روز چرچ آف سویڈن کے بورڈ کے اجلاس میں ہم جنس پرستوں کی شادی کو اجازت دینے کے لیے ایک قرارداد پر رائے شماری کی گئی جس کے حق میں ۶۲ کے مقابلے میں ۶ ۱۷ووٹ آئے۔'' [روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۴؍اکتوبر ۲۰۰۹ء]

صہیونی تحریک چاہتی ہے کہ جس طرح صلیبیوں نے انجیل کے احکام کو دفن کر دیا اسی طرح مسلم دنیا سیاست، معیشت ومعاشرت میں قرآن وسنت کے احکام کو پس پشت ڈال دیں اور عوام کی مرضی وخواہشات کے مطابق اجتماعی معاملات میں قانون سازی کریں۔

جنرل ضیاء الحق کے دور میں پاکستان میں حدود وقیود کا نفاذ ہوا لیکن مشرف کے دور میں بہبود خواتین کے نوام پر ان حدود کا انہدام ہوگیا۔ مرد وعورت باہمی رضامندی سے جو چاہیں کریں ان پر قانون کا اطلاق نہ ہوگا۔ البتہ زبردستی کسی سے فعل سرزد کرنا جرم تصور ہوگا۔ یہ قانون اس دور میں منظور ہوا جب اسمبلی میں دینی جماعتوں کے منتخب نمائندوں کی کافی تعداد موجود تھی۔لیکن منظور اس لیے ہوا کہ ارکان کی اکثریت نے اس کی حمایت کی۔صہیونی تھنک ٹینک مطمئن ہوئے لیکن ''ڈومور'' کی تکرار قائم ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ یورپ کی طرح مسلم دنیا خصوصاً پاکستان کا خاندانی نظام درہم برہم ہوجائے۔ اخلاق کا جنازہ نکال دیں اور شرم وحیا کو دفن کردیں۔

شریعت اسلامیہ میں شراب جو احرام ہے پاکستان میں اس پر کوئی قدغن نہیں۔سودی لین دین ممنوع ہے لیکن پاکستان میں قانوناً جرم نہیں۔ اللہ نے جن امور کو حرام قرار دیا ہے حکومت پاکستان آئینی طور پر ان کو حرام تسلیم نہیں کرسکتی۔ کیوں کہ پارلیمنٹ کے ارکان نے کثرت رائے کی بنیاد پر اس کو منظور نہیں کیا۔

صہیونی تنظیم چاہتی ہے جس طرح یورپی چرچ پارلیمنٹ کے ارکان کے فیصلوں کی تائید کررہے ہیں مسلم دنیا خصوصاً پاکستان کے علماء قومی اسمبلی کے عوامی امنگوں کے فیصلوں کی توثیق کرتے رہیں۔علماء حق کو دعوت فکر ہے کیا وہ ربّ کے نازل کردہ حلت وحرمت کے احکام میں ترمیم کرنے کے لیے تیار ہیں؟

فتویٰ جاری کرتے وقت کتاب وسنت کو مدنظر رکھیں گے یا عوام کی مرضی دیکھ کر فیصلہ کریں گے۔ اگر نہیں تو ایسے نظام میں شامل ہوکر باطل کو تقویت دینے سے اجتناب کریں۔ کیوں کہ یہ آزادی رائے کا اظہار نہیں پستی کی انتہا ہے۔

ربّ کے احکام میں ترمیم کا اختیار کسی کو نہیں:

گزشتہ انبیائے کرام مخصوص قوم اور زمانے کے لیے مبعوث ہوئے۔ جب سید الکونین ﷺ تشریف لائے تو ربّ ذوالجلال نے آپ ﷺ کو ختم نبوت کے تاج خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین کے القاب سے نوازا، جن کے بارے ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ٥ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ٥ ﴾ [النجم: ٣،٤]

''اور نہیں بولتا اپنے چاؤ سے، یہ تو حکم ہے جو پہنچتا ہے اس کو۔''

اس مبارک ہستی نے شہد نہ کھانے کی قسم کھالی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فوراً وحی نازل فرمائی۔

﴿ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ ﴾ [التحریم: ١]

''اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پیارے حبیب ﷺ کی زبان سے کہلوا کر رہتی دنیا تک امت مسلمہ پر اپنا مسلمہ اصول واضح کر دیا۔ چاہے کوئی علم وتقویٰ کی وجہ سے کتنا صاحب ذی وقار ہو، کثرت نوافل کی وجہ سے اس کی پیشانی پر محراب بنا ہو، اس کے وعظ ونصیحت سے متاثر ہو کر کفار اسلام قبول کر لیں اور مسلمان گناہوں سے توبہ تائب ہو جائیں، یا میدانِ جہاد میں دیوانہ وار کود پڑیں، چاہے مسلمانوں کے منتخب متفقہ قرار داد منظور کر لیں۔ حتی کہ ملت اسلامیہ ریفرنڈم کی بنیاد پر اکٹھی ہو جائے لیکن ربّ کے نازل کردہ نظام میں ردّ وبدل نہیں کر سکتے۔

جب رحمت کائنات ﷺ عرب کے نازل کردہ حلت وحرمت کے احکام میں ترمیم کا اختیار نہیں رکھتے تو دوسروں کی کیا حیثیت؟ شہد نہ کھانے کے واقعہ کی یہی حکمت الٰہی تھی۔

دانش وروں کو دعوت فکر ہے کہ ایسا نظام جس میں حلت وحرمت کے احکام کا نفاذ عوام کی مرضی کی محتاج ہو، اور عوام کے منتخب نمائندے ربّ کے نازل کردہ حلت وحرمت اور جرم وسزا میں ترمیم کرنے کا اختیار رکھتے ہوں تو ایسے نظام سے شریعت کے نفاذ کی توقع رکھنا اور خیر وبرکت کے نزول کی امید رکھنا سراسر غیر دانش مندانہ فعل ہے۔

خصوصی شمارہ پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ

ہفت روزہ الاعتصام نے جنوری ۲۰۱۰ء میں پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ کے متعلق آمدہ مضامین پر مشتمل ایک خصوصی شمارہ شائع کیا تھا۔ اس کی کاپی دفتر الاعتصام سے مبلغ ۲۵/- روپے ارسال کر کے حاصل کریں۔

صفحات ۶۸۔ کمپیوٹر کمپوزنگ۔ بذریعہ ڈاک منگوانے والے ۳۵/- روپے ارسال کریں۔

[محمد سلیم چنیوٹی، منیجر ہفت روزہ الاعتصام۔ 31 شیش محل روڈ لاہور۔ 54000۔ فون نمبر: 0333-4611619]

مضامین نگار حضرات وخواتین

ہفت روزہ الاعتصام کے مضامین نگار حضرات وخواتین سے گزارش ہے کہ اپنے مضامین دفتر الاعتصام میں بھیجتے وقت درج ذیل باتوں کا ضرور خیال رکھیں۔

- ......مضامین خوش خط، کاغذ کی ایک طرف لکھا کریں۔ ......کاغذ کی دونوں سائیڈ پر نہ لکھیں۔
- ......مضمون باحوالہ مختصر فقرے، اور مدلل لکھنے کی کوشش کریں۔
- ......مضمون بھیجنے کے بعد اشاعت کے لیے اپنی باری کا انتظار کریں۔
- ......عنوان کے سلسلے میں عرض ہے کہ جدید مسائل، بامعنی اور حالاتِ حاضرہ پر مثبت سوچ پر لکھیں۔

امید ہے ادارے سے آپ ضرور تعاون فرمائیں گے۔ [ادارہ]

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

مولانا عبدالتواب ملتانی رحمہ اللہ

نام مصنف: حافظ ریاض احمد عاقب
ناشر: مرکز ابن القاسم الاسلامی۔ بوسن روڈ محمود کوٹ۔ملتان
اچھا کاغذ، عمدہ طباعت، مضبوط جلد، دیدہ زیب سرورق
ضخامت: ۲۹۳صفحات
قیمت: ۴۰۰سوروپے
تبصرہ نگار: محمد اسحاق بھٹی

ملتان میں قدیم دور کے بے شمار علما وصوفیا مدفون ہیں اور ان میں سے بعض کے مزارات کو بڑی شہرت حاصل ہے، جن کے متولی اور سجادہ نشین ملکی سیاست میں ہمیشہ خاص اہمیت کے مالک رہے ہیں۔ ان علما وصوفیا کے حالات میں چھوٹی بڑی متعدد کتابیں بھی تصنیف کی گئی ہیں۔ ضلع اور شہر ملتان میں اہل حدیث بھی بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ ان کے بہت سے مدارس بھی جاری ہیں، جن میں ہزاروں طلبا نے تعلیم حاصل کی اور کر رہے ہیں۔

یہ شہر اور علاقہ مسلک اہل حدیث کے بہت سے جلیل القدر علماے کرام کا مسکن بھی رہا ہے اور اب بھی کثیر تعداد میں علماے حدیث اس نواح میں سکونت پذیر ہیں اور علمی، عملی، تدریسی اور تصنیفی اعتبار سے ان کا مقام بڑا اونچا ہے۔ ان حضرات عالی قدر کی طویل صف میں مولانا عبدالتواب ملتانی رحمہ اللہ کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ حضرت مولانا ممدوح تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، صرف، نحو، عربی ادبیات، منطق وفلسفہ، معانی، بیان ہر علم میں ممتاز تھے اور ان کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ ان کے حالات میں بعض اصحابِ قلم نے کچھ مضامین تو لکھے جو خاصی معلومات پر مشتمل ہیں۔ لیکن کتابی صورت میں تفصیل سے ابھی تک ان پر کسی نے نہیں لکھا تھا، نہایت خوشی کی بات ہے کہ یہ ضروری خدمت نوجوان مصنف حافظ ریاض احمد عاقب (مدرس مرکز ابن القاسم الاسلامی ملتان) نے سرانجام دے دی۔

اس کتاب میں فاضل مصنف نے مولانا عبدالتواب ملتانی کی زندگی کے تمام پہلوؤں کی وضاحت کردی ہے اور ان کی علمی تگ وتاز کے ہر گوشے کو نمایاں کر کے قارئین کے سامنے رکھ دیا ہے۔ کسی علمی معاملے میں تشنگی کا احساس نہیں ہوتا۔ حضرت مولانا عبدالتواب کا خاندانی پس منظر بھی کتاب میں آ گیا ہے، ان کی طالب علمی کے مختلف ادوار بھی واضح کر دیے گئے ہیں، ان کے لائق احترام اساتذہ کے متعلق بھی ضروری واقعات کی نشان دہی کر دی گئی ہے، ان کے معاصرین کا ذکر خیر بھی معرضِ کتابت میں آ گیا ہے، ان کے قابل تکریم تلامذہ کے حالات بھی مناسب الفاظ میں ضبط تحریر میں آ گئے ہیں۔ ان کی تصنیفی کاوشوں کی تفصیل بھی قاری کے علم میں آ گئی ہے۔ اپنے قائم کردہ مکتبہ سلفیہ کی طرف سے انھوں نے جو کتابیں شائع کیں، ان سے بھی فاضل مصنف حافظ ریاض احمد عاقب نے خوانندگانِ کرام کو آگاہ کر دیا ہے۔ ان کے اخلاق اور لوگوں سے میل جول کی صراحت بھی کر دی گئی ہے۔ غرض اپنے موضوع کی یہ مکمل کتاب ہے اور نوجوان مصنف نے بڑی محنت سے حضرت مولانا کے واقعاتِ زندگی سے شائقین علم کو مطلع کرنے کی سعی کی ہے۔ یہ بہت بڑی ضرورت تھی جو اللہ کے فضل سے پوری ہوگئی ہے۔

اس سے کچھ عرصہ قبل مولانا محمد رفیق اثری (شیخ الحدیث دارالحدیث محمدیہ جلال پور پیروالا) نے حضرت شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود کے حالات میں ضخیم کتاب تصنیف کی تھی، جس سے قارئین نے بے حد استفادہ کیا اور کر رہے ہیں۔ اب حضرت مولانا عبدالتواب ملتانی سے متعلق حافظ ریاض احمد عاقب کی اس کتاب سے خوانندگانِ محترم مستفید ہوں گے۔

ملتان شہراور ضلع کے دیگر علمائے کرام کے حالات بھی لکھنا چاہئیں۔ علم وعمل کے لحاظ سے اس خطہ ارض کو بڑی اہمیت حاصل ہے اسے اجاگر کرنا اہل علم کا فرض ہے۔آزادئ برصغیر کے بعد مشرقی پنجاب کے بہت سے اصحاب علم نے اس علاقے کو اپنا مسکن بنایا اور اس میں تدریسی اور تصنیفی لحاظ سے بڑا کام کیا (ان میں ضلع فیروز پور کے علماء بھی شامل ہیں)، ان کا تذکرہ بھی اصحابِ قلم کو کرنا چاہیے۔

کتابت کے بعض مقامات میں کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کی غلطیاں رہ گئی ہیں۔کئی جگہ پر الفاظ آگے پیچھے ہوگئے ہیں، جس سے جملے کی ساخت متاثر ہوئی ہے۔ڈیش کومے کا بھی زیادہ خیال نہیں رکھا گیا۔ آئندہ ایڈیشن میں اس قسم کے نقائص ختم کر دینے چاہئیں۔

الاسماءالحسنٰی

مرتب: میاں انواراللہ
نظرثانی: ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن
ضخامت: ۱۲۰صفحات
قیمت: درج نہیں
ملنے کا پتا: مکتبہ اسلامیہ بالمقابل رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیرتبصرہ کتاب خالق ارض وسماء اللہ ربّ العالمین کے مبارک اسمائے مبارکہ کی تشریح ومعانی پر مبنی ہے۔اللہ کریم جل شانہ کے کئی ایک صفاتی نام ہیں۔صرف ایک نام ''اللہ'' ذاتی ہے۔

اللہ کریم کو اس کے ناموں کے ساتھ پکارنا اور اس کے ناموں کا ورد ووظیفہ رکھنا باعث برکت ہی نہیں بلکہ اس سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔اللہ کریم کا ارشادِ گرامی قرآنِ پاک کی سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۰ میں یوں آیا ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾

''اور''اللہ'' کے اچھے اچھے نام ہیں پس تم اُسے ان ناموں سے پکارو۔''

اللہ کریم کے نام ننانوے تک محدود ومنحصر نہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی اسمائے مبارکہ ہیں اور ان تمام اسمائے مبارکہ کا شمار ممکن نہیں۔اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا ہے کہ اللہ کریم کی کتاب ''قرآنِ کریم'' کو بہ کثرت تلاوت کیا جائے فقط لفظ ''اللہ'' دو ہزار چھ سو ستانوے مرتبہ قرآنِ کریم میں آیا ہے۔دیگر صفاتی ناموں کا ذکر بھی موجود ہے۔اللہ کریم کے ناموں کی تشریح اور مطلب جاننے کے لیے یہ کتاب مفید ترین ہے۔سفید عمدہ کاغذ، کمپیوٹر کمپوزنگ اور کارڈ کور ہے۔

فضائل درود وسلام

تالیف: امام اسماعیل بن اسحاق القاضی رحمہ اللہ
ترجمہ: حافظ محمد زبیر علی زئی حفظہ اللہ
ضخامت: ۱۶۸صفحات
قیمت: درج نہیں
ملنے کا پتا: مکتبہ اسلامیہ بالمقابل رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار۔لاہور
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیرتبصرہ کتاب عرب دنیا کے بڑے اجل عالم دین امام اسماعیل بن اسحاق القاضی (متوفی ۲۸۲ھ) کی عربی تصنیف ''فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ'' یعنی ''نبی کریم ﷺ پر درود کے فضائل'' پر لکھی گئی ہے۔عربی متن کا اردو ترجمہ اور اس میں پیش کی گئی احادیث واقوالِ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم پر تحقیق وتخریج حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے فرمائی ہے۔

قرآنِ کریم میں نبی آخرالزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ کریم نے سارے جہانوں کے لیے رحمت فرمایا ہے۔

﴿ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾

رحمۃ للعالمین کا لقب صرف اور صرف آپ ﷺ ہی کے لیے خاص ہے جب کہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی دوسری شخصیت کا یہ خاصہ نہیں ہے۔آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر ہمیشہ مومنین اور فرشتے درود وسلام پڑھتے آئے اور پڑھتے رہیں گے۔ساری کائنات کا پیدا کرنے والا ربّ بھی اپنے محبوب ﷺ پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا ہے۔اس لیے نبی پاک ﷺ پر درود ضرور پڑھیے مگر مسنون پڑھیے۔

زیرتبصرہ کتاب میں درودوسلام کے فضائل اوراس سلسلے میں وارد احادیث کا ترجمہ وتحقیق شامل ہے۔اس کے ساتھ ساتھ بعض من گھڑت اورغیرمستنداحادیث کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔

اس کتاب کے مقدمے میں ضعیف راویان درود اور وجہ ضعف بھی بتادی گئی ہے۔ یہ کتاب مسنون درودوسلام کے متعلق بڑی عمدہ دستاویز ہے۔مدلل، باحوالہ اور لیت ولعل سے مبرا ہے۔کمپیوٹرکمپوزنگ کے ساتھ طباعت وکاغذنفیس اورکارڈ کورلگایا گیا ہے۔

اپریل فول

مؤلف: عبدالوارث ساجد

ضخامت: ۹۴صفحات

قیمت: ۶۵روپے

ناشر: صبح روشن پبلشرز لاہور0321-4275767

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

ہنسنا اور ہنسانا انسانی فطرت ہے۔حقیقت پرمبنی لطیف گفتگو کرنا اور طبیعت کوخوش کرنا ایک اچھا فعل ہے۔ زیرتبصرہ کتاب کے مؤلف نے ایسے واقعات ومضامین کواپنی کتاب میں جمع کیا ہے جن میں اپریل کے مہینے کی یکم تاریخ کوبعض لوگ جھوٹ بول کرلوگوں کو بے وقوف (فول) بناتے ہیں۔حالاں کہ جھوٹ کسی صورت میں بھی نہیں بولنا چاہیے۔بطور ہنسی مذاق بھی یہ غلط ہی ہوگا۔

ہاں فطرتِ اسلام کے تقاضے کے مطابق حقیقت پرمبنی لطیف گفتگو کرکے ہنسانا یا دل کوخوش کرنا عین فطرت ہے۔ جیسے کہ واقعات کے مطابق نبی کریم ﷺ اپنے درمیان موجود افرادِ امت سے بعض دفعہ لطیف گفتگوفرمالیا کرتے تھے جوحقیقت پرمبنی ہوتی تھی۔

زیرتبصرہ کتاب میں اسلامی اورغیراسلامی مزاج کا تقابل پیش کیا گیا ہے۔اسلام سے نابلد طبقے کومزاح کے سلسلے میں ایسا مواد پڑھنے کی ضرورت ہے جواس کتاب کی صورت میں انہیں میسرآسکے گا۔

کمپیوٹرکمپوزنگ،سفید کاغذ اورکارڈ کور ہے۔

ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور

نرخ نامہ اشتہارات فی اشاعت

① ......آخری صفحہ ٹائٹل 2400 روپے

② ......اندرون صفحہ ٹائٹل 1800 روپے

③ ......فل صفحہ نیوز 1400 روپے

④ ......نصف صفحہ نیوز 750 روپے

⑤ ......چوتھائی صفحہ نیوز 400 روپے

⑥ ......عام چھوٹے اشتہارات 300 روپے

❀......"الاعتصام" میں اشتہار لگوائیں اوراپنی تجارت کوفروغ دیں۔ ❀......اشتہار خوش خط مختصر اور معاوضہ ہمراہ ارسال کریں۔

❀......مسلسل اشاعت (کم ازکم 6ماہ) 20فی صد خصوصی رعایت۔ ❀......"الاعتصام" سے تعاون آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔

رابطہ کے لیے: دفتر ہفت روزہ الاعتصام ۳۱ شیش محل روڈ، لاہور، فون: 042-37354406

دار النور کی منفرد پیشکش

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی کے قلم سے

نبی کریم ﷺ کے متعلق چار کتابیں

(۱)...... نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم

آپ ﷺ کی بحیثیت معلم سیرت طیبہ کے متعلق ۴۶ باتوں کا بیان، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔
ہر مناسب وقت اور جگہ میں تعلیم
مختلف اقسام کے لوگوں کو تعلیم
دوران تعلیم اشاروں، شکلوں اور لکیروں کا استعمال
تعلیم بالعمل
عمدہ استفسار کی تعریف
پہلے اجمال پھر تفصیل
فقیر شاگردوں کے لیے ایثار
طلبہ کی صلاحیتوں کا ادراک
صفحات: ۴۶۰ ...... قیمت: ۳۰۰ روپے

(۲)...... نبی کریم ﷺ بحیثیت والد

کتاب کے چند موضوعات:
اولاد اور نواسوں کی ملاقات کے لیے تشریف لے جانا
بیٹی کا حسن استقبال
اولاد کے لیے دعائیں
نواسوں کو کھلانا، ہنسانا
بیٹیوں کی اولاد سے شدید پیار
اولاد کی تعلیم کا اہتمام
بیٹیوں کی عائلی زندگی سے تعلق
نواسوں کے معاملات سے گہری دلچسپی
اولاد کا احتساب
دامادوں کے ساتھ گہرا تعلق اور معاملہ
صفحات: ۱۷۰ ...... قیمت: ۱۵۰ روپے

(۳)...... نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

کتاب کے موضوعات:
نبی کریم ﷺ کے ساتھ ساری مخلوق سے زیادہ محبت کرنے کی فرضیت
آنحضرت ﷺ کی محبت کے دنیا و آخرت میں ثمرات و فوائد
آنحضرت ﷺ سے محبت کی چار علامتیں
نبی کریم ﷺ کی محبت کے متعلق حضرات صحابہ کے ۱۳۶ ایمان افروز واقعات۔ صفحات: ۱۰۴ ...... قیمت: ۸۵ روپے

(۴)...... نبی کریم ﷺ کی محبت کے اسباب

کتاب کے بعض موضوعات:
نبی کریم ﷺ کی محبت کی فرضیت کو نہ بھولنا
آپ ﷺ کے احسانات کو فراموش نہ کرنا
شان مصطفیٰ ﷺ کو ہمیشہ یاد رکھنا
صفحات: ۴۰ ...... قیمت: ۴۵ روپے

ملنے کے پتے: دار النور G-11 مرکز اسلام آباد۔ فون: 0321-5336844
نیز مکتبہ قدوسیہ لاہور۔ فون: 042-7351124 اور تمام بڑے مکتبات پر دستیاب ہیں۔



کہیں پیسہ کہیں روٹی خدا ہے
نہ جانے آدمی کیا ہو گیا ہے
کہیں تقویٰ مگر بے دست و پا ہے
کہیں رندی ہے اور محشر بپا ہے
کہیں تدبیر ہی تدبیر سب کچھ
کہیں مفلوج ہاتھوں کی دعا ہے
کہیں مسجد میں ویرانہ کا منظر
کہیں قبروں پہ میلہ لگ رہا ہے
کہیں فردوس کی رعنائیاں ہیں
کہیں دوزخ کا دروازہ کھلا ہے
کہیں ملتا ہے مکاری پہ انعام
کہیں حق بات کہنا بھی خطا ہے
الٰہی! دین اور ایمان کی خیر
بہت نازک زمانہ آ گیا ہے

[ماہرالقادری]